ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریا گنج

> اسلامی حکومت کے ماتحت غیر مسلم ذمیوں کو وہ سب کچھ حاصل تھا جو کسی قوم کو حاصل ہو سکتا ہے البتہ صرف ایک بات کا حق نہ تھا یعنی وہ خلیفہ نہیں ہو سکتے تھے۔
>
> "موسیو لیبان"
>
> (رسول رحمت: ۴۲۸)

۳۲۱۶

ماہنامہ مجلہ
حیات نو
دریگا

[illegible]

ماہنامہ مجلہ
حیات نو
بلریا گنج

شمارہ نمبر ۱۲	ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ دسمبر ۲۰۰۱ء	جلد نمبر ۱۸

معاون مدیر	مدیر مسئول
انیس احمد فلاحی مدنی	ابوالمکارم ازہری

☆ سالانہ زر تعاون: ۹۰ روپے
☆ خصوصی زر تعاون: ۲۰۰ روپے
☆ بیرون ملک: ۲۵ امریکی ڈالر

☆ طلبہ کے لیے: ۸۰ روپے
☆ اعزازی زر تعاون: ۱۰۰۰ روپے
☆ اس شمارہ کی قیمت: ۹ روپے

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ مجلہ حیات نو جامعۃ الفلاح
بلریا گنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱
Phone: 05466-25115

نقوش حیات نو

اداریہ		
اسلام اور دہشت گردی	انیس احمد فلاحی	۳
مقالات		
قیامت کی نشانیاں	یوسف ابن عبداللہ ابن یوسف	۵
بحث ونظر		
مساوات جنس (۱)	اے ایچ نعمانی ترجمہ: فلک ظہیر	۱۱
اسرائیل کے تئیں یہودیوں اور امریکی عیسائیوں کے درمیان اتحاد کیوں؟	تلخیص: سردار اعوان	۲۴
افادات		
دل کی تپش زندگی کو زندہ تر بنانی ہے	شہباز اصلاحی	۳۲
مذاہب عالم		
سکھ مت		
سکھ مت پر اسلام کے اثرات	انیس احمد فلاحی	۳۸
تلخ وشیریں		
ہاتھی کے دانت	ثناء اللہ سیالکوٹی	۴۱
فقہ وفتاویٰ		
قربانی کے ساتھ عقیقہ کا اشتراک	ابوارقم فلاحی	۴۳
جامعہ کے لیل ونہار		
ششماہی امتحانات اور داخلہ کی تکمیل مجلس شوریٰ کی انتخابی نشست اظہار تعزیت تعطیلات تعلیمی سال	ادارہ	۴۵
روداد انجمن		
قطر یونٹ	محمد اقبال حسین	۴۷
مرکزی یونٹ انجمن طالبات قدیم	شبانہ خورشید	
فلاحی برادران متوجہ ہوں	سکریٹری انجمن	

اداریہ

اسلام اور دہشت گردی

انیس احمد فلاحی

عالمی ذرائع ابلاغ اور پرنٹ میڈیا اسلام اور مسلمانوں کی جو تصویر مسلسل پیش کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمان خونخوار اور دہشت گرد ہیں، رواداری، مفاہمت اور تحمل کرنے کی صفات سے عاری ہیں، اپنے عقائد ونظریات زور زبردستی سے دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی اس بھیانک تصویر کے پیش کرنے میں یہودی سب سے آگے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے تئیں یہودیوں کی حسد ونفرت کی تاریخ طلوع اسلام ہی سے وابستہ ہے، انھیں یہ امید تھی کہ جس طرح ان کی نافرمانیوں اور سرکشی کے باوجود موسیٰ علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک متعدد انبیاء ورسول ان کی نسل وذریت سے مبعوث ہوئے اسی طرح نبی آخرالزماں بھی انھیں میں سے مبعوث کیے جائیں گے اور جب رسالت وامامت کا سلسلہ ان کی سرکشی اور فساد کی بنا پر بنی اسرائیل سے چھین کر اللہ تعالیٰ نے بنو اسماعیل کو عطا کر دیا تو اس پر انھیں اسلام اور مسلمانوں سے شدید نفرت پیدا ہو گئی۔

صلیبی جنگوں میں اقوام یورپ کی پسپائی نے انھیں بھی یہودیوں کا حلیف بنا دیا ہے، اور امریکہ جہاں کی اقتصادیات پر یہودیوں کا مکمل کنٹرول ہے وہ عظیم تر اسرائیل کے قیام کے لیے چاروناچار ان کی بھرپور مدد کر رہا ہے۔

مغربی اقوام اور امریکہ کا اس یلغار کے پیچھے عالم اسلام کے بے پناہ قدرتی وسائل پر قبضہ وتسلط کی خواہش بھی کارفرما ہے۔

اسلام امن کا کتنا بڑا علمبردار ہے، اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ اس کی نگاہ میں

بے قصور ایک فرد کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے، وہ مذہب جو جانوروں کو بھی تکلیف دینے اور ایذا ئیں پہنچانے سے منع کرتا ہو وہ معصوم افراد کو لقمہ اجل بنانے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے، انسانی جان، اموال، عزت وناموس کی حفاظت اس کے نزدیک کتنی اہمیت کی حامل ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ شرعی حدود وقصاص کا مقصود ہی ان امور کی حفاظت ہے۔

ایمان اور مومن کے اصل معنی ہی امان وتصدیق کے آتے ہیں، واسطہ امت، سید التابعین امام حسن البصری فرماتے ہیں:

"المؤمن من أمنه الناس علی دمائهم واموالهم"

مومن وہ ہے جس سے عام لوگ اپنی جانوں اور اموال کے تئیں مامون ہوں۔

اسلام کی نگاہ میں ہر ہر فرد کو جینے، اور مختلف عقیدہ رکھنے کا بنیادی حق حاصل ہے، قرآن کہتا ہے "لا اکراہ فی الدین" دین میں کوئی جبر واکراہ نہیں ہے۔

مسلم سماج ومعاشرے میں رہنے والے ذمیوں اور مشرکوں اور اہل کتاب کو اپنے دین ومذہب پر عمل کرنے کا اسلام نے مکمل حق دیا ہے۔ ان کی جانوں، اموال اور عزت وناموس کی حفاظت حکومت الٰہیہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

انسانی اور حیوانی جانوں کے علاوہ اس زمین کے جملہ قدرتی وسائل کی حفاظت بھی شریعت کو مطلوب ہے۔ پانی وغیرہ کے استعمال میں اسراف وتبذیر سے روکا گیا ہے، کسی شخص کو اپنا مال بھی ضائع وتلف کرنے کا حق حاصل نہیں تو دوسروں کے اموال کو تلف کرنے کا حق اسے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

مقالات

قیامت کی نشانیاں

(۲)

یوسف الوائل

فتنوں کا ظہور

الف: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کی برائی ان کی کوششوں سے فتنے وجود میں آئے۔

جن میں سب سے پہلا اور اہم فتنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت تھا، آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس حادثہ کی خبر کردی تھی اسی لیے آپؓ نے صحابہ کو باغیوں سے جنگ کرنے سے روک دیا تھا تاکہ آپ کی وجہ سے کسی کا خون نہ بہہ جائے کیونکہ شہادت آپ کے حق میں مقدر تھی، باغیوں سے جنگ اس کو ٹال نہ سکتی تھی ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ متعدد صحابہ کے بعد جب عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا انھیں داخلہ کی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت سنا دو جس کے ساتھ کچھ آزمائشیں بھی ہیں جو انھیں ضرور لاحق ہوں گی۔ (صحیح بخاری، کتاب الفتن ۱۳/۴۹)

آپ ﷺ نے مذکورہ بالا احادیث میں صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ خصوصی طور پر آزمائشوں کے پیش آنے کا تذکرہ کیا جب کہ حضرت عثمان کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے تھے کیونکہ دونوں کی شہادتوں میں فرق تھا، حضرت عمر رضی اللہ کو اس آزمائش سے نہ گزرنا پڑا جس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سابقہ پیش آیا کہ باغیوں نے آپ

کے گھر کا محاصرہ کر لیا، الزامات کی تردید کے باوجود آپ سے امارت سے استعفیٰ دینے کی مانگ کی۔ (فتح الباری ۵۱/۱۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ہی مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے صحابہ کے درمیان خوں ریز جنگیں ہوئیں، فتنہ عام ہو گیا ہر شخص کو اپنی بولی بولنے کا موقع مل گیا، آپ ﷺ کو ان تمام واقع ہونے والے حادثات کی خبر تھی ایک بار آپ ﷺ نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا: کیا تم لوگ وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کو اس طرح واقع ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جس میں طرح بارش کے قطرات نازل ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ ۷/۱۸)

فتنوں کو بارش کے قطرات سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ فتنے عام ہوں گے کوئی شخص ان سے نہ بچ سکے گا، اور ان فتنوں سے مراد وہ جنگیں ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئیں جیسے جنگ جمل، صفین، حرۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت وغیرہ۔

ب۔ **جنگ جمل** عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت علی سے بیعت کر لی تا کہ مزید انتشار نہ پیدا ہو، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، پھر یہ دونوں عمرہ کی غرض سے مکہ گئے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی، حضرت عثمان کی شہادت کے تعلق سے گفتگو کے بعد یہ لوگ بصرہ آئے اور حضرت علی سے مطالبہ کیا کہ وہ قاتلین عثمانؓ کو ان کے حوالے کر دیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس مطالبہ کو تسلیم نہ کیا کیونکہ امیر المومنین کی حیثیت سے قصاص لینا ان کا کام تھا، اور وہ اس انتظار میں تھے کہ عثمان بن عفان کے اولیاء کی جانب سے جب معاملہ عدالت میں پیش ہوگا تو جن لوگوں پر فرد جرم عائد ہوگی ان سے وہ خود قصاص لیں گے، ادھر باغیوں نے جب ان کے درمیان صلح

ہوتے دیکھی تو جنگ کے شعلے بھڑکا دیے تا کہ وہ محفوظ رہ سکیں۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بتا دیا تھا کہ تمہارے درمیان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک اہم معاملہ درپیش ہوگا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول خدا مجھ سے کوئی معاملہ ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا ہاں: لیکن جب یہ واقعہ پیش آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے محفوظ مقام یعنی گھر تک پہونچا دینا۔ (دیکھئے فتح الباری ۵۳/۱۳)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں، حضرت عائشہ کا مقصد لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا تھا آپ جنگ کے لئے نہیں نکلی تھیں، لیکن بعد میں آپ پر یہ بات واضح ہوئی کہ اگر نہ نکلی ہوتیں تو زیادہ بہتر ہوتا، چنانچہ وہ بصرہ کی جانب اپنی اس روانگی کو جب یاد کرتیں تو آنسوؤں سے آپ کا دوپٹہ تر ہو جاتا، اور یہی حال عام صحابہ کا بھی تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ بھی اس پر نادم تھے، جنگ جمل ان لوگوں کے قصد وارادہ کے بغیر واقع ہوگئی، جب زبیر طلحہ اور حضرت علی کے درمیان اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ جب حالات بہتر ہو جائیں گے تو وہ قاتلین عثمان سے بدلہ لیں گے تو قاتلین کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت علی ابھی قاتلین عثمان کو گرفتار کرنے پر ان سے اتفاق نہ کر لیں لہذا انھوں نے زبیر وطلحہ کے لشکر پر حملہ کر دیا طلحہ اور زبیر نے یہ سوچ کر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر دیا ہے، دفاع کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج پر حملہ کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سوچ کر کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کے لشکر پر حملہ کیا ہے اپنے دفاع کے لئے ان پر حملہ کر دیا اور اس طرح ان کے بلا قصد وارادہ کے فتنہ واقع ہو گیا۔ حضرت عائشہ اپنے ہودج میں بیٹھی تھیں نہ تو انھوں نے خود جنگ کی اور نہ ہی جنگ کرنے کا حکم دیا۔ (منہاج السنۃ ۱۸۵/۲)

جنگ صفین جنگ صفین ان جنگوں میں سے ایک ہے جو صحابہ کے درمیان واقع ہوئیں آپ ﷺ نے اس کی جانب ان لفظوں میں اشارہ کیا تھا "قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب

تک کہ دو عظیم گروہ آپس میں نہ لڑ پڑیں، ان کے درمیان خونریز جنگ ہوگی دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن ۸/۱۳)

زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ہم حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا تم لوگ اس وقت کیا کروگے جب تمہارے ہی بھائی ایک دوسرے کی گردنیں تلوار سے جدا کرنے کے لئے نکلیں گے لوگوں نے کہا آپ کیا حکم دیتے ہیں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس فرقہ کو دیکھنا جو حضرت علی کا حامی ہو اور پھر اس کا ساتھ دو کیونکہ وہ حق پر ہوں گے۔ (مسند البزار اس کی سند حسن ہے دیکھئے فتح الباری ۸۵/۱۳)

دونوں گروہوں کے درمیان جنگ شام کے مشہور مقام صفین میں ذی الحجہ ۳۶ھ میں ہوئی، جس میں تقریباً ستر ہزار لوگ شہید ہوئے۔ (معجم البلدان ۳/۴۱۴)۔ حضرت علی اور امیر معاویہ میں سے کوئی اس جنگ کو نہیں چاہتا تھا لیکن دونوں کے ساتھ کچھ ایسے بدخواہ تھے جنھوں نے جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے، ابن تیمیہ لکھتے ہیں "جنگ کے خواہشمند زیادہ تر افراد وہ تو حضرت علی کے فرمانبردار تھے اور نہ ہی امیر معاویہ کے، امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں خونریزی نہیں چاہتے تھے لیکن بدخواہان ملت اسلامیہ کی کوششوں سے معاملہ ان دونوں کے ہاتھوں سے نکل گیا، افواہوں اور الزام تراشیوں کی وجہ سے بعض لوگ حضرت عثمان کے شدید حامی تھے تو بعض ان سے حد درجہ نفرت کر رہے تھے اور بعض حضرت علی کے شدید حامی تھے تو کچھ دوسرے ان سے شدید نفرت کر رہے تھے امیر معاویہ کے ساتھیوں کا مقصد امیر معاویہ کی صرف حمایت نہیں بلکہ ان کے اہداف کچھ اور تھے اسی لئے صحابہ کرام نے اس جنگ کے تعلق سے یہ فیصلہ کیا کہ ہر وہ خون یا مال یا ناموس جسے قرآنی آیات کی تاویل کے ذریعہ حلال کیا گیا ہو اس کی دیت وقصاص اور حد جاہلیت کے قصاص ودیت کی طرح ساقط ہوگی۔ (منہاج السنۃ ۲۲/۲)

خوارج کا ظہور معرکہ صفین کے بعد حضرت علی کی فوج سے ایک جماعت یہ کہتے ہوئے نکل گئی کہ آپ نے کتاب الٰہی کے بجائے انسانوں کو حَکَم (منصف) بنایا جب کہ فیصلہ کرنے کا حق

صرف اللہ کو ہے اس لیے ہم آپ کی اطاعت سے نکل رہے ہیں، یہ تقریباً اٹھارہ ہزار تھے حضرت علی کی فوج سے نکلنے کے بعد کوفہ سے دو میل کے فاصلے پر حروراء نامی بستی میں ان لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اسی لیے انھیں "حروریہ" بھی کہتے ہیں، حضرت علی نے ان کے شبہات کے ازالے کے لیے ان کے پاس ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا لیکن ان کی اکثریت اپنی رائے پر قائم رہی پھر براہ راست حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں ان سے خطاب کیا تو انھوں نے مسجد کے چہار جانب سے یہ نداء لگائی "فیصلہ کا حق صرف اللہ کو ہے" آپ نے شرک کیا کیونکہ کتاب الٰہی کے بجائے آپ نے آدمیوں کو حکم مقرر کیا، اس پر حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا ہم پر تمہارے تین حقوق ہیں، نہ تو ہم تمہیں اپنی مسجدوں سے روکیں گے اور نہ ہی مال فی میں سے تمہارا حصہ ختم کریں گے اور تم سے اس وقت تک جنگ نہ کریں گے جب تک کہ تم فتنہ وفساد برپا نہ کروگے۔

پھر خوارج الگ ہو گئے اور اپنے پاس سے گزرنے والے مسلمانوں کو قتل کرنے لگے۔ انھوں نے عبداللہ بن خباب بن الارت کو قتل کر ڈالا، ان کی بیوی کا پیٹ چاک کر کے رحم مادر میں موجود بچے کو قتل کر ڈالا، اس پر حضرت علی نے پوچھا کہ عبداللہ کو کس نے قتل کیا ہے تو انھوں نے کہا ہم سب نے، اس پر حضرت علی نے فوج تیار کی اور نہروان کے مقام پر ان سے مقابلہ ہوا، جس میں وہ بری طرح قتل کئے گئے، چند لوگوں کے علاوہ کوئی باقی نہ بچا، البتہ یہ فرقہ برابر باقی رہا، اور ہر عہد میں فتنے برپا کرتا رہا، آپ ﷺ نے متعدد حدیثوں میں ان کے خروج کی خبر دی تھی اور ان سے قتال کو باعث ثواب بتایا تھا۔ (دیکھئے بخاری ۲۸۳/۱۲) امام بخاری کہتے ہیں کہ ابن عمر خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے، کیونکہ انھوں نے ان آیات کو جو کافروں کی شان میں نازل ہوئیں تھیں مسلمانوں پر منطبق کر کے ان کے خون ومال کو حلال بنالیا ہے۔ (صحیح بخاری ۲۸۶/۱۲) ابن حجر فرماتے ہیں "ان کی وجہ سے امت مسلمہ پر کافی مصیبتیں آئیں، ان کے باطل اعتقادات بڑھتے ہی گئے، چنانچہ انھوں نے شادی شدہ زانی کی سزا "رجم" کا انکار کر دیا، چور کے ہاتھ بغل سے کاٹنے لگے، حائضہ عورتوں پر حالت حیض میں بھی نماز کو واجب قرار دیا، امر بالمعروف ونہی عن

المنکر کے فریضہ کو انجام دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود اگر کسی نے اس فریضہ کو نہ ادا کیا تو خوارج نے انھیں کافر گردانا، مرتکب کبیرہ ان کے نزدیک کافر ہے، کفار و مشرکین کے اموال و اعراض کی حفاظت کی اور مسلمانوں کو لوٹا اور قتل کیا۔" (فتح الباری ۱۲/۲۸۵)

خوارج کا ظہور ظہور دجال تک ہوتا رہے گا، ابن ماجہ میں ہے: ایک ایسا گروہ پیدا ہوتا رہے گا جو قرآن کو تو خوب پڑھے گا لیکن اس کی تاثیر ان کے حلقوم سے نیچے نہ جائے گی، جب کبھی یہ گروہ پیدا ہوگا انھیں قتل کیا جائے گا یہاں تک کہ دجال کا ظہور ہوگا۔ (حدیث رقم ۱۷۴، مقدمہ سنن ابن ماجہ)

واقعہ حرہ یہ فتنہ یزید بن معاویہ کے عہد میں ۶۳ھ میں پیش آیا جس میں مدینۃ الرسول کی حرمت و قداست کو حلال کر دیا گیا تھا، اس حادثہ میں صحابہ کی ایک بڑی تعداد شہید کر دی گئی، سعید بن المسیب فرماتے ہیں، پہلا فتنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اٹھا تو کوئی بدری صحابی نہ بچا اور دوسرے واقعہ حرہ میں حدیبیہ میں شریک ہونے والا کوئی صحابی نہ بچا۔

حرہ سے مراد مدینہ منورہ کا حرہ شرقیہ ہے جہاں اہل مدینہ اور یزید بن معاویہ کی فوج سے جنگ ہوئی تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کر دی جس پر اس نے مسلم بن عقبہ المری کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا جس نے اہل مدینہ کو شکست دینے کے بعد اسے مباح کر دیا، اس حادثہ میں سات سو صحابہ شہید ہوئے اور تقریباً دس ہزار دوسرے لوگ قتل ہوئے۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ ۸/۲۱۷)

☆☆☆

☆☆☆☆

مساوات جنس

(Gender Equity)

تقابلی مطالعہ

(قسط نمبر ۱)

تحقیق: اے ایچ نعمانی (لکھنؤ)
ترجمہ: فلک ظہیر (جامعۃ الفلاح)

یہودیت، نصرانیت اور اسلام تینوں ہی مذاہب اس بنیادی حقیقت پر متفق ہیں کہ مرد و زن دونوں ہی خالق کائنات کی شاہکار تخلیق ہیں تاہم ان دونوں کی تخلیق کے بعد ہی مختلف الرائے ہوگئے ہیں، یہودی عیسائی نظریہ تخلیق Genesis(2:4-3:24) میں بتفصیل مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے آدم و حوا دونوں کو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے روکا تھا، سانپ نے اس کا پھل کھانے پر اکسایا نتیجۃً حوا نے آدم علیہ السلام کو پھل کھانے پر اکسایا، جب اللہ نے آدم کی اس فعل پر سرزنش کی تو انھوں نے سارا الزام حوا کے سر مڑھ دیا: "جس عورت کو آپ نے میرے ساتھ یہاں رکھا ہے اسی نے مجھے اس پیڑ کے پھل دیئے اور میں نے انھیں کھا لیا" بالآخر اللہ نے حوا سے کہا" میں بچے کی پیدائش کے سلسلہ میں تمہاری تکلیفوں میں اضافہ کر دوں گا، مشقت کے ساتھ تم بچے جنوگی تمہاری خواہشات شوہر کے تابع ہوں گی اور وہ تم پر حکمرانی کرے گا۔"

آدم سے اس نے کہا" چونکہ تم نے اپنی بیوی کی بات مانی اور درخت کا پھل کھایا اس لئے تمہاری وجہ سے زمین لعنت زدہ ہے، بڑی محنت و مشقت سے زندگی بھر اس کو کھاؤ گے"

اسلامی نظریہ تخلیق آدم　تخلیق آدم سے متعلق اسلامی نظریہ قرآن مجید میں متعدد

مقامات پر مذکور ہے مثلاً "اے آدم! اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں رہو، جیسے چاہو لطف اندوز ہو، البتہ اس پیڑ کے پاس نہ جانا ورنہ تم خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ شیطان نے ان سے وسوسہ اندازی کی تاکہ ان کی شرم وحیا جو ان سے پوشیدہ رکھی گئی تھی اسے کھول دے۔ اور اس نے کہا تمہارے رب نے تمہیں صرف اس لیے اس درخت سے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے یا لافانی مخلوق نہ بن جاؤ؟ اور ان دونوں سے خوب خوب قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کا مخلص ساتھی ہے، لہذا اس نے دھوکہ سے انھیں زوال سے دوچار کیا، جب انھوں نے پھل کو کھایا تو ان کی ستر ان کے سامنے ظاہر ہوگئی اور وہ باغ کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔ ان کے رب نے ان سے پکار کر کہا "کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں منع کیا تھا اور تمہیں بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے" انھوں نے کہا" اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر آپ ہماری خطاؤں کو درگزر نہیں فرمائیں گے اور ہم پر کرم فرمائی نہ کریں گے تو یقیناً ہم تباہ وبرباد ہو جائیں گے۔ (قرآن ۷:۱۹)

حکایت تخلیق کے ان دونوں اسباب پر بغور نظر ڈالنے سے کچھ بنیادی فرق ابھر کر سامنے آتے ہیں، بائبل کے علی الرغم قرآن مجید غلطی کے لئے آدم وحوا دونوں کو برابر کا مجرم گردانتا ہے قرآن میں کسی کو کہیں بھی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں مل سکتا کہ حوا نے آدم کو پھل کھانے پر اکسایا اور نہ ہی یہ کہ آدم سے پہلے انھوں نے پھل کھا لیا تھا قرآن کی رو سے حوا نے آدم کو پھل کھانے پر اکسایا اور نہ ہی یہ کہ آدم سے پہلے انھوں نے پھل کھا لیا تھا قرآن کی رو سے حوا نہ اکسانے والی نہ ہی بہکانے اور دھوکہ دینے والی ہیں علاوہ ازیں زچگی کی تکلیفوں کی قصور وار بھی حوا نہیں ہیں، از روئے قرآن اللہ تعالی کسی کو بھی دوسرے کے جرم کی سزا نہیں دیا کرتا، آدم وحوا دونوں نے ہی ارتکاب جرم کیا اور پھر اللہ تعالی سے معافی کی درخواست کی اور اس نے دونوں ہی کو معاف کر دیا۔

بائبل میں حوا کے دھوکہ دینے والی عورت کا تصور یہود وعیسائی روایت میں بر جملہ عورتوں پر انتہائی منفی اثر کی صورت میں مرتب ہوا ہے، تمام ہی عورتیں اپنی بائبل والی ماں حوا کے جرم اور دھوکہ کی وارث رہیں تھیں وہ تمام ناقابل اعتبار، اخلاقی لحاظ سے کمتر اور بد بخت تھیں۔ حیض، حالت

حمل اور زچگی کی حالت کو لعنت زدہ صنف نازک کے ابدی جرم کو مستحق سزا تسلیم کیا جاتا، تمام نسل اناث پر بائبل والی مائی حوا کا کتنا منفی اثر تھا اس سے محظوظ ہونے کے لئے ہمیں ہر زمانے کے کچھ انتہائی اہم یہود ونصاری کی تحریروں کا مطالعہ کرنا پڑے گا، ہم عہد نامہ قدیم سے آغاز کرتے ہیں اور علیمانہ لٹریچر کہے جانے والے ادب پر نظر ڈالتے ہیں جس میں ہمیں مندرجہ ذیل چیزیں ملتی ہیں:

"میں عورت کو موت سے بھی تلخ پاتا ہوں، جو ایک جال ہے جس کا دل پھندا ہے اور جس کے ہاتھ زنجیر ہیں، جو آدمی اللہ کو خوش کرنا چاہے اسے اس سے دور رہنا ہوگا، لیکن وہ مزید گناہ گار ہوگی جب وہ جال میں پھنسائے گی، حالانکہ میں اب بھی تلاش میں ہوں لیکن نہیں پا رہا ہوں، ہزاروں میں ایک دیانت دار آدمی مجھے ملا، البتہ ہزاروں عورتوں میں ایک بھی دیانت دار نہیں" Hebrew- (Ecclesiaster 7:26-28) لٹریچر کے نسخہ میں جو کیتھولک بائبل میں ملتا ہے ہم پڑھتے ہیں کہ "عورت اتنی بدبخت ہے کہ اس کی بدبختی کے آگے کوئی بدبختی نہیں ٹک پاتی، گناہ کا آغاز عورت سے ہوا اور اسی کی بدولت ہم سب کو ضرور مرنا ہے۔ Ecclesiaster 25:19-24)

یہودی ربیوں نے زمین پر اتارے جانے کے نتیجے میں نو لعنتوں سے عورتوں کے دوچار ہونے کی فہرست پیش کی ہے۔ خدا نے عورت کو نو لعنتوں اور موت کا طوق پہنایا: ۱۔ دم حیض ۲۔ خون عفت، ۳۔ بار حمل، ۴۔ درد زہ، ۵۔ بچوں کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری، ۶۔ ماتم کرنے والے کی طرح سر کا ڈھکنا (پردہ)، ۷۔ زر خرید غلام کی طرح کان چھدوانا، ۸۔ بطور گواہ تسلیم نہ کیا جانا، ۹۔ موت سے دوچار ہونا۔

آج تک بنیاد پرست یہودی اپنی صبح کی دعا میں روزانہ کہتے ہیں "خالق کائنات! تو بڑا بابرکت ہے کہ تو نے مجھے عورت نہیں بنایا" دوسری طرف عورتیں خدا کا شکر ادا کرتی ہیں کہ "تو نے مجھے اپنی مرضی کے مطابق بنایا" ایک اور دعا جو اکثر یہودی دعاؤں کی کتابوں میں ملتی ہے "خدا لائق ستائش ہے تو کہ جس نے مجھے غیر یہودی نہیں بنایا، ستودہ صفات ہے جس نے مجھے

عورت بنا کر نہیں پیدا کیا تعریف کا مستحق ہے وہ جس خدا نے مجھے جاہل مطلق نہیں بنایا" بائبل کی حوا نے یہودیت سے بڑا کردار نصرانیت میں ادا کیا ہے، پورا عیسائی عقیدہ اس کے گناہ کا محور رہا ہے کیوں کہ زمین پر عیسیٰ مسیح کے مشن کا نظریہ حوا کی نافرمانی ہی سے نکلا ہے۔ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور پھر آدم کو اپنے راستے پر چلانے کے لئے اکسایا تھا آخر خدا نے دونوں ہی کو آسمان سے زمین پر اتار دیا، جو انھیں کی وجہ سے لعنت زدہ ہے انھیں کا گناہ جسے خداوند نے معاف نہیں کیا تھا ان کی تمام نسلوں کو ورثہ میں ملا ہے، اس طرح ہر انسان گناہ جسے خداوند نے معاف نہیں کیا تھا ان کی تمام نسلوں کو ورثہ میں ملا ہے، اس طرح ہر انسان گناہ گار پیدا ہوتا ہے، نسل انسانی کو ان کے پیدائشی گناہ سے معاف کرنے کے لئے خدا کو صلیب پر اپنے بیٹے مسیح کو قربان کرنا پڑا، لہذا حوا اپنی خطا کی ذمہ دار ہیں، اپنے شوہر کے گناہ، تمام انسانیت کے پیدائشی گناہ اور خداوند کے بیٹے کی موت کی بھی ذمہ دار ہیں دوسرے الفاظ میں ایک عورت خود جرم کر کے تمام انسانیت کے زوال کا سبب بنی اس کی لڑکیوں کے بارے میں کیا؟ وہ اسی کی طرح گناہ گار ہیں اور اسی رویہ کی مستحق ہیں۔

عہد نامہ جدید میں سینٹ پال کا سخت لہجہ اس طرح ہے" عورت کو خاموشی سے مکمل تسلیم ورضا کے ساتھ علم حاصل کرنا چاہیے میں کسی عورت کو تدریس کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی کسی مرد پر اسے اختیار کی اجازت دیتا ہوں اسے بالکل چپ چاپ رہنا چاہیے کیونکہ آدم کی تخلیق حوا کی تخلیق سے مقدم ہے اور آدم فریب میں نہیں آئے تھے وہ عورت ذات ہی تھی جو دھوکہ کھا گئی اور گناہ کی مرتکب ہوئی سینٹ ترتولین تو سینٹ پال کے مقابلہ میں زیادہ ہی منہ پھٹ نظر آتا ہے جب وہ عقیدہ میں عزیز ترین بہنوں کے بارے میں گفتگو کرتا ہے اس نے کہا ہے کہ " کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم سب ایک حوا ہو، تم شجر ممنوعہ کی مہر توڑنے والی ہو، تم خداوند کے قانون سے سب سے پہلے فرار اختیار کرنے والی ہو تم ہی وہ ہو جس نے اس کو قائل کر لیا جس پر شیطان حملہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا تم نے اتنی سہل انگاری سے خدا کے مجسمہ یعنی آدمی کو برباد کر دیا، محض تمہاری قانون شکنی

کی وجہ سے خدا کے بیٹے کو جان گنوانی پڑی۔

سینٹ آگسٹین اپنے پیشروؤں کے ترکہ کے تئیں بڑا مخلص تھا، اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا" کیا فرق ہے خواہ یہ ماں ہو یا بیوی، یہ تو اب بھی دھوکہ باز حوا ہے جس سے ہمیں ہر عورت کے بارے میں ہوشیار رہنا چاہیے، میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ عورت مرد کے کس کام کی ہو سکتی ہے اگر اس کو افزائش نسل کے کام سے فارغ کر دیا جائے۔"

صدیوں بعد بھی سینٹ تھامس عورت کو ناقص العقل سمجھتے ہیں" خاص فطرت کو تسلیم کرنے کے مطابق عورت ناقص ہوتی ہے اور غلطی سے پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ آدمی کے نطفہ کی سرگرم قوت، جنس مذکر میں کامل مشابہت کی پیدائش کی طرف مائل ہوتی ہے، جب کہ عورت کی پیدائش پرجوش قوت میں کمی، کسی قسم یا بسا اوقات کسی خارجی اثر کا نتیجہ ہوتی ہے" آخر میں مارٹن لوتھر جو مشہور مصلح ہے اسے عورت سے کوئی فائدہ نظر نہ آسکا بجز اس کے کہ کسی طرح کے جزوی نقصان سے بے پرواہ ہو کر حتی المقدور دنیا میں نسل انسانی کی افزائش کرے، اگر وہ تھک جائیں یا فوت ہو جائیں تو کوئی حرج کی بات نہیں، انھیں زچگی کی حالت میں مر جانے دو کیونکہ وہ اسی لئے اس کائنات میں ہیں، پیدائش کی اس تفصیل کی بدولت، دھوکہ دینے والی حوا کے تصور کی وجہ سے، بارہا عورتوں کی تذلیل وتحقیر کی جاتی رہی مختصر یہ کہ یہود ونصاریٰ کا عورتوں کے متعلق نظریہ تصور حوا اور ان کی نسل کی گناہ آلود فطرت سے زہر میں بجھا ہوا ہے۔

اب ہم اپنی توجہ قرآن کے ان بیانات پر کریں جو عورتوں کے متعلق ہیں تو ہمیں فوراً ہی یہ احساس ہو جائے گا کہ عورتوں کے متعلق اسلام کا تصور یہود ونصاریٰ کے تصورات سے یکسر مختلف ہے قرآن بذات خود گواہ ہے" بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں، بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی

حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کا خوب ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (قرآن۔ ۳۳۔ ۳۵)

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں، نیک بات کا حکم دیتے ہیں اور بری بات سے روکتے ہیں نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے (قرآن ۹:۷۱)

جس نے کوئی برائی کی تو اس کو اسی کے بقدر بدلہ دیا جائے گا، اور جس نے کوئی بھلائی کی مرد ہو یا عورت اور ایمان والا بھی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے وہاں بے حساب رزق سے نوازے جائیں گے۔ (قرآن ۴۰۔ ۴۰)

پھر اللہ نے ان کی دعا قبول کی کہ میں کسی محنت کرنے والے کی محنت ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔ (قرآن ۱۹۵:۳)

جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان پر ہو تو ہم اسے اچھی زندگی عطا کریں گے اور بدلے میں دیں گے انھیں ان کا حق بہتر کاموں پر جو وہ کرتے تھے۔ (قرآن ۱۶:۹۷)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورتوں کے بارے میں قرآن مجید کا نظریہ مردوں کے متعلق نظریہ سے مختلف نہیں ہے، دونوں ہی خدا کی مخلوق ہیں جن کا انتہائی مقصد اس زمین پر رب کی بندگی کرنا، نیک کام کرنا، برائی سے اجتناب کرنا ہے، اس لیے دونوں ہی ذمہ دار سمجھے جائیں گے، قرآن کبھی نہیں کہتا کہ عورت شیطان کی گزرگاہ ہے یا یہ کہ وہ فطری طور پر دھوکے باز ہے قرآن یہ بھی نہیں کہتا کہ آدمی خدا کا عکس ہے، بلکہ مرد و عورت اس کی مخلوق ہیں اس قرآن کی رو سے عورت کا رول افزائش نسل ہی تک محدود نہیں، اس سے بھی دوسرے آدمی کی طرح زیادہ سے

زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ قرآن یہ بھی نہیں کہتا کہ کوئی دیانتدار عورت کبھی پیدا ہی نہیں کی گئی اس کے برعکس قرآن نے تمام مومن مردوں اور عورتوں کو فرعون کی بیوی اور مریم جیسی مثالی عورتوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی ہے "اللہ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی عورت کی مثال بیان کی ہے" جب وہ بولی اے پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے چھٹکارا دے، اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی اور اس نے سچا جانا اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور وہ بندگی کرنے والوں میں سے تھی۔ (قرآن ۶۶۔ ۱۱۔ ۱۲)

مندرجہ ذیل مضمون جو جمال بدوی کا تحریر کردہ ہے اسلام میں جنسی مساوات کی وضاحت کرتا ہے اور بذات خود مفصل اور واضح ہے۔

۱۔ تعارف اور طریقہ کار: کسی بھی موضوع پر اسلامی پس منظر میں گفتگو کرتے وقت اسلام کی اصولی تعلیمات اور مسلمانوں میں رائج مختلف ثقافتی رسوم کے درمیان نمایاں فرق ہونا چاہیے خواہ وہ ان کے حق میں ہوں یا خلاف اس تحریر کا مرکز و محور بطور معیار مسلمانوں کے رسم و رواج کے متعلق رائے قائم کرنا اور ان کا اسلام سے مطابقت کا اندازہ کرنے کی حیثیت سے اسلام کی اصولی تعلیمات ہیں، کسی چیز کے اسلامی ہونے کی شناخت کے لیے ضروری ہے کہ بنیادی اسلامی ماخذ قرآن و سنت اور خاص معاملات میں علماء کی فقہی آراء کے درمیان فرق کیا جائے جن میں اختلاف کی گنجائش ہے، جو زمانے، حالات اور تہذیبوں سے متاثر ہو گئی ہیں، ابتدائی اور واضح ماخذ کی ترجمانی پیش نظر رہنی چاہیے۔

الف۔ **قرآن و سنت کے متن کا سیاق و سباق:** یا اسلام کے عام مسئلہ بیان، اس کی تعلیمات، اس کا عالمی نظریہ، سورہ اور اس کے اصول پر مشتمل ہے۔

ب۔ اظہار بیان کے مواقع، اس کے معنی و مفہوم پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔

ج۔ قرآنی آیات کے مفہوم کی تعیین و تشریح میں سنت کا رول

یہ مضمون اسلام کے تناظر میں اسلامی معاشرہ میں عورت کے مقام اور اس کے کردار پر تجزیہ و تبصرہ ہے، اور روحانی، معاشی، سماجی اور سیاسی عنوانات کے تحت تقسیم ہے۔

۱۔ روحانی پہلو: (۱) قرآن کے مطابق مرد و عورت یکساں روحانی انسانی فطرت کے مالک ہیں، "اے لوگو اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی جنس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا، اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطے سے آپس میں سوال کرتے ہو، اور خبردار رہو قرابت والوں سے، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (قرآن۔ ۴:۱)

وہی ہے جس نے تمھیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا تو ہلکا سا حمل رہا اور اس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اگر تو نے ہمیں اچھا بچہ عطا کیا تو ہم ادا تیرا شکر ادا کریں گے۔ (قرآن۔ ۷:۱۸۹)

وہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اسی نے تمہارے لئے تمھیں میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں سے جوڑے اسی طرح وہ تم کو بکھیرتا ہے، اس جیسا کوئی نہیں وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (قرآن۔ ۴۲:۱۱)

(۲) دونوں ہی جنسیں ابتدائے آفرینش ہی سے سدا کی سانس (روح) کی وصول کنندہ ہیں، "پھر جب ٹھیک کر دوں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے تو گر پڑو اس کے سجدہ کرتے ہوئے۔ (قرآن۔ ۱۵:۲۹)" پھر اس کو برابر کیا اور اس میں اپنی ایک جان پھونکی اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو۔" (قرآن۔ ۳۲:۹)

(۳) دونوں ہی جنسیں معزز ہیں اور زمین پر خدا کے متولی ہیں۔ "اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں، فرشتوں نے کہا کیا تو زمین

میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا اور ہم تیری تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تیری پاک ذات کا ذکر کرتے ہیں، اس نے فرمایا کہ مجھے اس کا بھی علم ہے جو تم نہیں جانتے" (قرآن۔ ۲:۳۰)

ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو اور انھیں سواری دی ہے جنگل اور دریا میں اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انھیں برتری دی ہے ان پر جنھیں ہم نے پیدا کیا ہے۔" (قرآن۔ ۱۷:۷۰)

(۴) قرآن مجید کے مطابق عورت مرد کے انحطاط کی ذمہ دار نہیں ہے، پیدائش اور حمل شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کا نتیجہ نہیں بتایا گیا ہے، اس کے برعکس قرآن مجید اس کی وجہ سے عورتوں کے حق میں محبت اور تعظیم کی تلقین کرتا ہے، آدم و حوا کے ذکر کے وقت جرم کا مستحق دونوں کو بتاتا ہے نہ کہ صرف حوا کو۔

"اے آدم تم اپنی عورت کے ساتھ جنت میں رہو، جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے، پھر شیطان نے انھیں بہکایا تاکہ کھول دے ان پر وہ چیز جو ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں میں سے، اور بولا کہ تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے نہیں روکا ہے مگر اس لیے کہ تم فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ، اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں تمہارا دوست ہوں، پھر ان کو فریب سے مائل کر لیا، پھر جب ان دونوں نے درخت کو چکھا تو ان پر ان کی شرمگاہیں کھل گئیں اور جنت کے پتے چپکانے لگے اپنے بدن پر، دونوں کو ان کے رب نے پکارا، کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تمھیں بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ دونوں بولے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا، اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ فرمایا تم اترو، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے۔ فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے، اے اولاد آدم ہم نے تم

پر پوشاک اتاری جو تمہاری شرمگاہیں ڈھانکے اور اتارے آرائش کے کپڑے اور لباس پرہیزگاری کا اور وہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں تا کہ لوگ غور کریں۔ اے اولاد آدم! شیطان تم کو نہ بہکائے جیسا کہ اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو جنت سے، اتروائے ان سے کپڑے تا کہ انھیں ان کی شرمگاہیں دکھلادے، وہ اور اس کی قوم تم کو دیکھتی ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے، ہم نے شیطانوں کو ان کا رفیق بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔" (قرآن ۲۷۔۱۹:۷)

حمل اور پیدائش پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "اور ہم نے انسان کو تاکید کردی اس کے ماں باپ کے واسطے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تھک تھک کر اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہے، کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا، آخر مجھی تک آنا ہے۔ (قرآن ۱۴۔۳۱:۱۴)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا، اس کو اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے اس کو جنا، حمل میں رہنا اور اس کا دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے، یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور چالیس برس کی عمر کو پہنچا کہنے لگا اے میرے رب! میری قسمت میں کر کہ میں تیرے اس احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے باپ پر کیا اور یہ کہ میں نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور مجھے نیک اولاد دے، میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں فرماں بردار ہوں۔ (قرآن ۱۵۔۴۶:۱۵)

(۵) مرد و عورت دونوں پر یکساں مذہبی اور اخلاقی ذمہ داریاں اور فرائض ہیں، دونوں کو اپنے کاموں کا انجام بھگتنا پڑے گا۔ "مرد و عورت میں سے جو بھی اچھے کام کرے گا اور وہ ایمان والا بھی ہو تو وہ جنت میں جائیں گے اور تل بھر بھی ان کا حق ضائع نہ ہوگا۔ (قرآن ۱۲۴۔۴:۱۲۴)

پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ میں، مرد ہو یا عورت تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی محنت ضائع نہیں کرتا تم آپس میں ایک ہو...... (قرآن ۱۹۵۔۳:۱۹۵)

یقیناً مسلمان مرد مسلمان عورتیں، ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں، بندگی کرنے

والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، خوب اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (قرآن ۳۵۔۳۳:۳۵)

جس دن تم ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے، ان کی روشنی ان کے سامنے اور داہنی جانب چل رہی ہوگی، تم کو آج خوشخبری ہو تمہارے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہو، یہی زبردست کامیابی ہے۔ (قرآن ۱۲۔۵۷:۱۲)

(۶) قرآن نے کسی بھی مقام پر ایک جنس کو دوسری جنس پر ترجیح نہیں دی ہے۔ بعض لوگ غلطی سے "قوامیۃ" کو شق خاندانی ذمہ داریوں کو ترجیح کے مفہوم میں بیان کرتے ہیں، قرآن واضح کرتا ہے کہ کسی ذات کی کسی سے فضیلت کی بنیاد قومیت، جنس اور رنگ روپ نہیں بلکہ خدا ترسی اور شرافت ہے۔

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تا کہ تمہاری پہچان ہو، بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اللہ سب کچھ جاننے خبر رکھنے والا ہے۔ (قرآن ۱۳۔۴۹:۱۳)

(۷) رسالت و ہدایت کی تاریخ میں عورت کے پیغمبرانہ کردار کا عدم وجود انبیاء ورسل کے کردار سے متعلق انسانی جفاکشی اور مختلف تقاضوں کے باعث ہے، کسی روحانی نقص کے باعث نہیں۔

۳۔ **معاشی پہلو**: اسلامی شریعت شادی سے قبل اور اس کے بعد بھی عورتوں کے مکمل حقوق ملکیت کو تسلیم کرتی ہے، شادی شدہ عورت شادی سے پہلے کا خاندانی نام رکھ سکتی ہے ۲۔ عورتوں کے حق میں عظیم ترمالی ضمانت کو یقینی بنایا گیا ہے، انھیں شادی کے تحائف قبول کرنے، حال اور

مستقبل کی جائیداد رکھنے اور اپنی ذاتی حفاظت کے لئے آمدنی رکھنے کا اختیار دیا گیا ہے، کسی بھی عورت سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی جائداد اور آمدنی کی ایک پائی بھی خانگی ضروریات پر خرچ کرے، اسے شادی کے دوران مکمل مالی تعاون دستیاب ہوتا ہے اور مطلقہ ہونے کی صورت میں زمانہ انتظار یعنی عدت کے اوقات میں بچوں کی مدد کی بھی وہ مستحق ہے، مسلم عورت کو مدد کی ضمانت زندگی کے تمام مراحل میں دی گئی ہے، مثلاً بحیثیت بیٹی، بیوی، ماں یا بہن، عورتوں کو مردوں پر حاصل ہونے والے فوائد ایک حد تک وراثت کی بہم رسانی کے ذریعہ متوازن کردیے گئے ہیں، جن میں اکثر حالات میں مرد کو عورت کے حصہ کا دوگنا حصہ ملتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ مرد کو زیادہ میراث ملتی ہے البتہ وہ دوسری عورتوں کا مالی طور پر ذمہ دار بھی ہوتا ہے، مثلاً بیٹی، بیوی، ماں اور بہن کا جب کہ عورت یعنی بیوی کم حصہ میراث پاتی ہے مگر وہ پورا کا پورا استعمال اور مالی تحفظ کے لئے رکھ سکتی ہے، وہ قانوناً اس میں سے کچھ بھی خرچ کرنے پر مجبور نہیں ہے حتی کہ خود اپنی ضروریات کھانے کپڑے، رہائش اور علاج کے لئے بھی خرچ کرنے پر مجبور نہیں۔

☆☆☆☆

☆☆☆

بحث و نظر

اسرائیل کے تئیں یہودیوں
اور
امریکی عیسائیوں کے درمیان اتحاد کیوں؟

تلخیص: سردار اعوان

Grace Halsell کی کتاب Forcing God's Hand اکتوبر ۱۹۹۹ء میں امریکہ سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب "تیسری جنگ عظیم" جسے بائبل میں "آرمیگاڈان" اور احادیث میں "الملحمة العظمى" کہا گیا ہے، کے پس منظر میں بے حد اہمیت کی حامل ہے، بالخصوص ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد عالمی تناظر میں جو تبدیلی آئی ہے، اس حوالے سے اس کی معنویت زیادہ اجاگر ہوکر سامنے آتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کی اسرائیل یہود نوازی اور اسلام دشمنی کی اصل وجہ کیا ہے، لہذا قارئین کی معلومات کے لیے مذکورہ کتاب کی مختصر تلخیص پیش کی جارہی ہے۔ (مدیر)

کیا اس تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہوگیا ہے، جسے بائبل میں "آرمیگاڈان" اور احادیث نبویہ میں "الملحمة العظمى" کہا گیا ہے۔

Jerry Falwell جیسے کٹر عیسائی دنیا کے خاتمے کی دعائیں کیوں مانگ رہے ہیں؟ کیا ایک "نئی دنیا اور نئی جنت" بسانے کے لیے اس دنیا کا خاتمہ ضروری ہے؟ یاجوج ماجوج دوبارہ جی اٹھنے اور آخری جنگ عظیم آرمیگاڈان، جس میں اربوں مریں گے اور لاوے بہیں گے، عیسائیوں کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے؟ یہ جاننے کے لیے Grace Halsell نے ۱۹۸۰ء کے عشرے میں Jerry Falwell کی سربراہی میں دوبار ارض مقدس کا سفر کیا اور ایک کتاب Prohpecy and Politic لکھی، پھر الگ جگہ دو وہابیوں کی سوچ بچار کے نتیجے میں اکتوبر ۱۹۹۹ء میں دوسری کتاب Forcing God's Hand تحریر کی، جس میں ان

سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ میں ایک بہت بڑی تعداد "آرمیگاڈان" کے اس تصور کو درست سمجھتی ہے، جو بنیاد پرست عیسائی مبلغین پیش کرتے ہیں، اس کی رو سے "یہ جنگ بالکل سامنے نظر آرہی ہے۔" "اس میں دنیا کا ہر دوسرا آدمی یعنی لگ بھگ تین ارب انسان لقمۂ اجل بن جائیں گے۔ یہ آخری جنگ ہوگی، جس کے بعد اس پوری کائنات کو لپیٹ دیا جائے گا اور زمین و آسمان تباہ ہو جائیں گے۔"

۱۹۸۴ء میں ۳۹ فی صد امریکی اس خیال کے حامی تھے کہ اس جنگ کے نتیجے میں اکیسویں صدی میں انسانیت اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی، جب کہ ۱۹۹۸ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۵۱ فی صد ہوگئی۔ امریکہ میں بنیاد پرست عیسائی لگ بھگ ۹۰ ملین کی تعداد میں ہیں، جو مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، مگر امریکہ میں اتنے وسیع پیمانے پر تبلیغ ہو رہی ہے کہ آرمیگاڈان کے تصور کو عوام کے مذہبی طبقات میں زبردست پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ ان تصورات کا دائرہ صرف ان لوگوں تک ہی محدود نہیں ہے جنھیں عرف عام میں جنونی کہا جاتا ہے، بلکہ یہ دائرہ حکومت کے ایوانوں تک پھیلا ہوا ہے، مثال کے طور پر ۱۹۸۲ء میں سیکریٹری دفاع، کاسپر وائن برگر کا آرمیگاڈان کے حوالے سے کہنا تھا کہ میں مانتا ہوں کہ دنیا بڑی تیزی سے تباہی کے قریب جا رہی ہے، صدر ریگن نے ۱۹۸۳ء میں امریکن اسرائیل پبلک افیئرز کمیٹی کے ٹام ڈائن سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا "تمہیں علم ہے کہ میں آپ کے قدیم نبیوں سے رجوع کرتا ہوں، جن کا تورات میں ذکر ہے، ان کے حوالے سے آرمیگاڈان کے بارے میں پڑھ کر سوچتا ہوں کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کا اس سے سابقہ پیش آنا ہے اور یہی وہ دور ہے۔"

ارمیگاڈان کیا ہے؟ اسرائیل کی راجدھانی تل ابیب سے ۵۵ میل شمال میں بحیرۂ روم سے خشکی میں ۱۵ میل اندر، ایک جگہ ہے جو مگدو (Megiddo) کہلاتی ہے، اس سے تھوڑے فاصلے پر پہاڑی پر ایک ٹیلہ ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں کنعان کا پرانا شہر آباد تھا، یہ ایسدرلون (Esdraelon) کے کھلے میدان، جسے پرانے صحیفوں میں عزرائیل کی وادی

(Valley of Azrael) کہا گیا ہے، کے جنوبی کنارے پر واقع ہے، بعض مورخین کا خیال ہے کہ جتنی جنگیں یہاں ہوئی ہیں، دنیا کے کسی دوسرے مقام پر نہیں ہوئیں اور دنیا کی آخری جنگ بھی یہیں ہوگی، جس کا منظر بائبل میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے: "اقوام کے شہر تہس نہس ہو گئے، جزیرے اور پہاڑ لاپتہ ہو گئے۔" "یہ ایسی جنگ ہوگی، جس سے دنیا تباہ ہو جائے گی، جیسا کہ حزقی ایل (باب ۳۸، ۳۹) میں بیان کیا گیا ہے "آگ اور اولا برسے گا، زبردست لرزہ طاری ہوگا جس سے پہاڑ گرنے لگیں گے اور دیواریں زمین بوس ہونے لگیں گی۔"

یاجوج ماجوج آرمیگاڈان کی آخری جنگ عظیم سے قبل جس میں عیسیٰ علیہ السلام "دشمنوں کو نیست و نابود کریں گے" جو جنگیں ہوں گی، ان میں یاجوج، ماجوج کے خلاف جنگ بھی شامل ہے۔ حزقی ایل میں ہے کہ "جب یاجوج اسرائیل کی سرزمین کے خلاف اٹھیں گے تو خدا ان کے خلاف ژالہ باری اور آتش فشاں بھیجے گا، جس میں خون شامل ہوگا" یعنی امریکہ اور برطانیہ اسرائیل کی مدد کو پہنچیں گے۔ آخری جنگ سے پہلے کے سات سال اسی طرح کی خوف ناک جنگوں میں گزریں گے اور اس وقت تک امن نہیں ہوگا، جب تک عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ ظاہر ہو کر داؤد علیہ السلام کا تخت نہیں سنبھال لیتے۔

دجال (Anti-Christ) عیسائیوں کے عقیدے کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہمیشہ ایک دشمن رہا ہے۔ اسے "درندہ" (Beast) بھی کہا گیا ہے، جس کے سات سر اور دس سینگ ہیں، پھر شیطان اس درندے کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ جنگ کرتا ہے اور حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہے۔ اس زمانے میں سات سال تک اسی کی حکمرانی ہوگی۔ اس کا مطالبہ ہوگا کہ ہر شخص اپنے دائیں ہاتھ یا پیشانی پر اس سے ایک نشانی رکھوائے۔ وہ نگرانی کے نہایت حساس طریقے استعمال کرے گا اور تمام ٹکنالوجی اس کے قبضے میں ہوگی، اولاً وہ یورپی اقوام پر قبضہ قائم کرے گا۔ دنیا کے سارے لوگ اس کی غیر معمولی فراست، ذہانت اور حکمرانی کی اہلیت پر عش عش کر اٹھیں گے۔ اس کے معاون وہ فرشتے ہوں گے جنھوں نے خدا سے بغاوت کی تھی اور Lucifer (شیطان) کے پیچھے چل پڑے تھے۔ جی ہاں! دجال شر کی طاقتوں اور دنیا کی تمام فوجوں کے ساتھ میدان میں

آئے گا اور اس سے جو تباہی اور مصائب آئیں گے ان کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، جیسے جہنم پھٹ پڑے گی، ساری پچھلی جنگیں نہایت معمولی سی نظر آئیں گی اور خدا ہی جانتا ہے کتنے کروڑوں انسان صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں گے۔ آخر میں خدا عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا، جو دجال کو قتل کریں گے۔

نجات (Rajpture) مذہبی عیسائیوں کے ہاں نجات کا ایک تصور ہے کہ پیشتر اس کے کہ جنگوں اور عذاب کا سلسلہ شروع ہو، عیسیٰ علیہ السلام اپنے برگزیدہ پیروکاروں کو آسمان پر اٹھالیں گے اور انہیں ہولناک تباہی، شیطانی قوتوں کی جنگ یاجوج ماجوج اور آرمیگاڈان کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، یعنی عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے پجاریوں کو لینے آئیں گے اور دوسری مرتبہ دجال کو قتل کرنے کو۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بچا لیے جائیں گے، وہ اپنے آپ کو "نو پیدا شدہ" (Born Again) کہتے ہیں، اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ وہ اسے ذاتی تجربہ قرار دیتے ہیں، اس کی کوئی عقلی دلیل نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ میں عیسائی یا یہودی وغیرہ ہوں تو لوگ اسے وہی سمجھتے ہیں جو وہ کہتا ہے، یہی معاملہ "نجات شدہ" یا "نو پیدا شدہ" کا ہے، چنانچہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی امریکہ کے ۴۸ فی صد عیسائیوں نے اپنے آپ کو نو پیدا شدہ عیسائی بتایا تھا۔ ان میں ہر طبقے کے لوگ شامل تھے جیسے جمی کارٹر، رونالڈ ریگن، جارج بش، واٹر گیٹ سکینڈل کے چارلس کولسن، کانتی اسٹار اور کئی دیگر مشہور لیڈر جن میں ٹرنٹ لاٹ اور ٹام ڈیلے شامل ہیں، اپنے بارے میں یہ دعوا کر چکے ہیں، گویا یہ ان کا ایک قسم کا روحانی تجربہ ہے، جسے وہ اپنے دعوے کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔

ان بنیاد پرست عیسائیوں کے خیال میں ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کا قیام بائبل کی ایک پیشین گوئی کی تکمیل تھی اور ان کے مطابق یہودیوں کو وہی کرنا چاہیے جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے لیے حالات پیدا کرنا اور اگر عیسائی یہ سوچتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جلد آجائیں تو انہیں بھی بعض اقدامات کرنے ہوں گے۔ ان کے نزدیک GOD اپنے تمام بچوں پر ایک طرح نظر نہیں رکھتا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے تو GOD کے پاس منصوبے ہیں، دوسروں یعنی مسلمانوں وغیرہ کے لیے نہیں، جب تک کہ وہ عیسائی نہیں ہو جاتے۔

عیسائیوں کے لیے GOD کے پاس جنتی منصوبہ ہے اور یہودی کے لیے ارضی، یعنی اسرائیل کی دوبارہ پیدائش کا منصوبہ۔ امریکہ میں ان عقائد کے حامل عیسائیوں کی تعداد ڈھائی تین کروڑ کے لگ بھگ ہے، جس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ بہرحال ان کا جو عقیدہ ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ایک خوفناک تباہی آنے کو ہے، لیکن خود انہیں ایک پل کی تکلیف بھی نہیں ہوگی، کیونکہ وہ پہلے سے بخشے بخشائے (Rapture) ہیں، جو بھی مصیبت ہوگی غیر عیسائیوں کو ہوگی اور اس عقیدے کے ماننے والے کوئی ان پڑھ جاہل نہیں ہیں، بلکہ امریکہ کے باشندے ہیں۔

یروشلم دنیا میں مکمل حصار بند شہر (Walled City) کی چند ہی مثالیں باقی رہ گئی ہوں گی، ان میں ایک یروشلم ہے۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ یہ پرانا حصار بند شہر اپنی پوری طویل تاریخ میں عربوں سے ہی آباد رہا ہے۔ پرانے شہر کے نوے فی صد بازار، مکانات، مذہبی مقامات، سب عربوں کے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یروشلم دنیا کا ایک قدیم ترین شہر ہے، عرب چار پانچ ہزار سال قبل یہاں آئے تھے۔ اوائل میں وہ شالم (Shalem) نامی خدا کی پوجا کرتے تھے، اسی وجہ سے اس مقدس شہر کا نام یروشلم پڑا، پھر جب کنعانی آئے تو انہوں نے اسے خدائے واحد کا مرکز بنایا۔ یہ ساری تاریخ یہودیوں کی یہاں آمد سے کئی سو سال پہلے کی ہے۔ عبرانیوں (Hebrews) کا جو پہلا قبیلہ یہاں پہنچا تھا، اس نے چار سو سال سے بھی کم عرصے یہاں قیام کیا، مسلمان کہتے ہیں کہ یہودیوں سے مذہب کی بنا پر ان کا کبھی جھگڑا نہیں رہا، یہودی اور عیسائی جن جگہوں کا احترام کرتے ہیں وہ ہمارے لیے بھی قابل احترام ہیں۔ جن جگہوں کا یہودی اور عیسائی احترام کرتے ہیں ہم بھی ان کا احترام کرتے ہیں، مگر اقتدار کا جہاں تک تعلق ہے عبرانی یہاں ساٹھ سال سے زائد بھی اقتدار میں نہیں رہے۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں اپنی طرز کی ایک امریکی ہوں، واقعہ یہ ہے کہ میں نے یروشلم یا فلسطین کی تاریخ کبھی نہیں پڑھی۔ ہمارے پاس بائبل کی پرانی کہانیاں ہیں یا آج کی خبریں، جن کی رو سے یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ یروشلم پر ان کا بلا شرکت غیرے مستقل حق ہے۔ میرے لیے یہ بات پریشان کن تھی۔ میں فال ویل (Falwell) کے ساتھ دو دفعہ فلسطین گئی تھی، لیکن ہمیں کبھی یہ نہیں بتایا گیا کہ عیسیٰ بھی اسی سرزمین

پیدا ہوئے، یہاں انہوں نے تبلیغ کی اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ سارا زور اسرائیل پر ہوتا ہے، میں نے سوچا: یہاں عیسائی بھی تو ہیں، ان کا کبھی ذکر نہیں آتا، ایک فلسطینی عیسائی سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ ہم عیسیٰ کے زمانے سے یہاں آباد ہیں، انہیں ہم کبھی کیوں نظر نہیں آتے، مغربی عیسائی معتقدین کو اس کی داد دینی چاہیے۔ یہ کایا پلٹ عیسائی مذہب میں 'انقلاب' (Reformation) کے بعد ہوئی ہے۔ پہلے فلسطین میں یہودیوں کی واپسی عیسائیت کی تعلیم کا حصہ نہیں تھا۔ نہ ان کے یہاں "برگزیدہ نسل" (Chosen People) ہونے کا تصور تھا، سولہویں صدی تک یہی تعلیم تھی کہ یہودی مذہب کا تعلق مسیحی چرچ سے ہے، لیکن اس کے بعد یہودیت اور صیہونیت کا دور آ گیا۔ یہودیوں کے مقابلے میں عیسائیوں نے کہیں زیادہ عرصہ فلسطین میں گزارا ہے، اس کے باوجود عیسائی بنیاد پرست انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں اور فلسطین کی ساری تاریخ کو سمیٹ کر اس مدت تک محدود کر دیتے ہیں، جو یہودیوں نے یہاں گزاری ہے۔ جب مذہبی انقلاب کے زمانے میں یہودیوں (Biblical Hebrews) کا عیسائی ہم مذہبوں کے ساتھ ملاپ ہوا تو پروٹسٹنٹ عیسائیوں پر یہ راز افشا ہوا کہ یہودی فلسطین میں جمع ہو کر عیسیٰ کی دوبارہ آمد کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ یہی وہ لمحہ تھا جب تاریخ میں تحریک کا عمل شروع ہوا۔

عیسیٰ کی دوبارہ آمد کی راہ "ہموار" کرنے سے عیسائی اور یہودی یہ مراد لیتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو گرانا اور اس جگہ پر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا ضروری ہے۔ ۱۹۹۹ء کے اوائل میں ڈینور کولوریڈو کے ایک گروپ کو جو Concerned Charistian فکر مند عیسائیوں کے نام سے جانے جاتے ہیں، اسرائیلی پولیس نے گرفتار کر کے واپس امریکہ بھجوایا کہ وہ مسیح کے دوبارہ ظہور قریب لانے کے لئے ایک "خونی جاتی" کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

میں اپنی اس تشویش کا اظہار کرتی ہوں جو مجھے اسلامی عبادت گاہ کو تباہ کرنے سے متعلق ہے۔ اس سے تیسری عالمی جنگ چھڑ جائے گی، لیکن راسخ العقیدہ یہودیوں اور ان کے ہمنوا عیسائیوں کی رو سے یہ ایک مقدس جنگ ہوگی، جو مسیح کو مجبور کر دے گی کہ وہ آ کر مداخلت کریں۔ واشنگٹن میں Terry Reisenhoover جو "اوکلا ہوما" کا رہنے والا ہے، سے ملاقات ہوئی

تو کہنے لگا: یہودیوں کے لیے چندہ جمع کر رہا تاکہ وہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو تباہ کریں۔ رونالڈ ریگن کے دور میں اکثر وائٹ ہاؤس بلایا جاتا تھا، جہاں "نجات شدہ" عیسائی جمع ہوتے۔ ۱۹۸۵ء میں وہ جیوش کرسچن تعاون کے لئے امریکی فورم کے صدر رہے تھے۔ ایک امریکی ربی David Bin Ami جس کا ایریل شیرون سے دوستانہ تھا، ان کے قریبی معاون تھے۔ Stanley Goldfoot جیسے عالمی دہشت گرد کو جو خدا کو نہیں مانتا، مگر اسرائیل کا پورا فلسطین پر قبضہ کرانا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے، فاؤنڈیشن کا انٹرنیشنل سکریٹری بنا دیا گیا۔

ایک ممتاز شخصیت James E. Deloach سے جو ہوسٹن کے بہت بڑے سیکنڈ بیپٹسٹ چرچ کے اہم رکن ہیں، میں نے پوچھا کہ اگر یہودی دہشت گرد، جن کی وہ مدد کر رہے ہیں، مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو تیسری عالمی جنگ نہیں شروع ہو جائے گی، اور دنیا تباہی کی لپیٹ میں نہیں آ جائے گی؟ ان کا جواب تھا: جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہی GOD کی مرضی ہے، حالانکہ اس سے قبل اکثر بنیاد پرست مبلغین نے، جن میں ۱۹۳۰ء کے عشرے کے James M Gary, ARN old C. Gaebelein اور Gerald B Winrod جیسے بنیاد پرست عیسائی مبلغ شامل ہیں، اپنے پیروکاروں کو یہی سبق سکھایا ہے کہ دنیا کے سارے مصائب کے ذمہ دار یہودی ہیں مگر ۱۹۳۰ء کے عشرے میں جب یہودیوں کے خلاف ہٹلر نے نسل کشی کی مہم شروع کی تو وہ بنیاد پرست جو صیہونیت کی مخالفت میں سرگرم تھے، مخالفت سے الگ ہو گئے، نہ صرف یہ بلکہ دینیات کے پروفیسر اور Pressbyterian Minister (پادری) Bonald E. Wagner جیسی شخصیات نے فلسطین میں یہودیوں کی آمد کو کاروباری لحاظ سے نفع بخش قرار دیا اور کہا کہ یہ محض اتفاق نہیں کہ یہودیوں اور برطانوی دفتر خارجہ کے سیاسی مقاصد میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ شروع کے بنیاد پرستوں میں سے ایک برطانوی مدبر Lord Shaftesbury نے کہا کہ فلسطین میں انگریزوں کے زیر کنٹرول یہودیوں کے ایک مضبوط مرکز کے قیام سے مشرق قریب میں برطانیہ کو فرانس پر سبقت حاصل ہو جائے گی اور اسے ہندوستان کے لیے براہ راست زمینی راستہ

مل جائے گا اور اس کے معاشی مفادات کے بے وسیع مارکیٹ ہاتھ آئے گی۔

جوشیلے یہودی لیڈروں اور عیسائی بنیاد پرستوں نے اس بات پر اتحاد کرلیا ہے کہ وہ ایک ہی کلیہ پر عمل کریں گے۔ یہ کلیہ روحانی اقدار اور پاکیزہ زندگی گزارنے سے نہیں بلکہ زیادہ سیاسی اقتدار اور مالی مفادات کے حصول سے متعلق ہے۔ گویا مذہب کے نام پر یہ گروہ مجنونانہ طریقے سے اپنے خود غرضانہ مقاصد کے لیے کام کر رہا ہے۔ ڈینور (کولوراڈو) میں ایک بنیاد پرست مسیحی لیڈر Douglas Krieger کا عری ہوور کے ساتھ یروشلم میں مسجد گرا کر اس کی جگہ ہیکل کی تعمیر کے لیے چندہ جمع کرنے سے گہرا تعلق ہے۔ Krieger کا خیال ہے کہ اسرائیل فوجی لحاظ سے زیادہ طاقت ور ہوگا، اتنا ہی اسے امریکہ کا قرب حاصل ہوگا، کیوں کہ طاقت ور، طاقت ور کا دوست ہوتا ہے۔

چندہ چندہ

جنوری ۱۹۹۸ء میں فال ویل نے وزیر اعظم نیتن یاہو اور اسرائیل کے مسیحی حلیفوں کے درمیان ایک ملاقات کا اہتمام کیا۔ عیسائیوں نے اس موقع پر عہد کیا کہ وہ کلنٹن انتظامیہ کے خلاف دوسرے عیسائیوں کو متحرک کریں گے، تاکہ اسرائیل پر فلسطینی علاقہ خالی کرنے کے لیے دباؤ نہ ڈالیں۔

۱۹۹۸ء میں John Hagee نے جو سین انٹونیو میں پادری ہیں، اسرائیل میں روسی یہودیوں کی آبادکاری کے لیے دس لاکھ ڈالر اکٹھے کیے اور اس سوال کے جواب میں کہ کیا ایسا کرنا بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی نہیں؟ ان کا کہنا تھا کہ میں بائبل کا اسکالر ہوں۔ میری بصیرت کی رو سے GOD کا قانون امریکی حکومت اور اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے قانون سے بالاتر ہے۔

۱۹۹۸ء میں صدر کلنٹن نے امریکی نژاد یہودی Jonathan J. Pol Lard کو امریکی راز چرانے پر دی گئی سزا معاف کرنے کا امکان ظاہر کیا تو اس نے صاف اقرار کیا کہ میں نے یہ کام اپنی ریاست (اسرائیل) کے مفاد میں کیا تھا۔

۲۵ فروری ۱۹۹۹ء کو اسرائیل کی سپریم کورٹ نے فیصلہ صادر کیا کہ کسی یہودی کو جو چاہ

کی غرض سے اسرائیل آ گیا ہو، مقدمہ چلانے کی غرض سے امریکہ کے حوالے نہیں کیا جائے گا، باوجود اس کے کہ اسرائیل اور امریکہ کے درمیان مجرموں کے تبادلے کا معاہدہ موجود تھا۔

کرسچن رائٹ کی بعض پالیسیوں سے آزاد خیال یہودیوں کے اختلاف کے باوجود ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ترجیح اول اسرائیل کے وجود کو حاصل رہے گی۔ مثلاً یہودیوں کو عیسائیوں کا یہ عقیدہ معلوم ہے کہ تمام یہودی بالآخر مسیح پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ ہلاک کر دیے جائیں گے، لیکن یہودی کہتے ہیں کہ جب وہ وقت آئے گا، سوچ لیں گے کہ کیا کرنا ہے۔

اسی طرح جب کوئی عیسائی مبلغ کہتا ہے کہ GOD یہودیوں کی مناجات نہیں سنتا، تو وہ کہتے ہیں یہودیوں کو کیا پڑی ہے کہ ایک مبلغ کی دینیات پر دھیان دیں، جب کہ وہ ایک پل کو بھی یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ مبلغ خدا کی توجہ کے بارے میں کچھ بھی کہنے کا حق رکھتا ہے، خاص کر جب کہ وہی مبلغ اسرائیل کی حمایت بھی کرتا ہو، اسرائیل کو دی جانے والی مجموعی امریکی امداد بھی نہیں بتائی جاتی، غالباً اس لیے کہ وفاق کی دوسری ریاستیں اس پر اعتراض نہ کریں۔

بنیاد پرست عیسائی مبلغ، جیری فال ویل نے ۱۹۶۷ء تک کبھی اسرائیل کا نام نہیں لیا تھا۔ اسرائیل کی اہمیت کا راز اس وقت اس پر "افشا" ہوا، جب اسرائیلیوں نے فال ویل کو اپنے ہاں مدعو کیا اور اس کی خوب خاطر تواضع کی۔ اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں نیویارک میں ایک پرشکوہ ڈنر کا اہتمام کیا گیا، جس میں بیگن نے اسرائیل کا اعلیٰ ترین ایوارڈ فال ویل کی خدمت میں پیش کیا۔ ایک جیٹ طیارہ، جس کی لیت ۲۵ سے ۳۵ لاکھ ڈالر ہوگی، اسرائیل نے اسے دیا ہے۔ فال ویل بڑے فخر سے کہتا ہے کہ میں ہر ہفتے اس جیٹ میں دس ہزار میل کا سفر کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

افادات

دل کی تپش زندگی کو زندہ تر بناتی ہے

مولانا شہباز اصلاحیؒ

﴿بعض ذرائع سے مولانا شہباز اصلاحی مرحوم کے چند خطوط ہمیں دستیاب ہوئے ہیں جن کے کچھ حصے نذرِ قارئین کرتے ہوئے ہمیں مسرت ہو رہی ہے۔

پہلے خط میں مکتوب نگار نے مولانا مرحوم کے نام ایک خط میں کوئی ایسا شعر لکھ دیا تھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ انسان کو جھیل کی طرح ٹھہرے رہنے کے بجائے دریا کی طرح رواں دواں ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں مولانا نے یہ تحریر سپردِ قلم فرمائی تھی جس سے درس و تدریس سے ان کی وابستگی کے جذبے کو بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی خط کے آخر میں مولانا مرحوم نے "طرزِ تعلیم" سے متعلق بھی چند اعتراضات کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ دوسرے خط میں "قرآن پاک میں چڑیوں کا ذکر" کے عنوان سے چند باتیں آگئی ہیں جن میں 'شہباز' کا تذکرہ بھی ہے۔﴾

(1)

برادرِ عزیز!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

پھر آپ نے جوابی لفافہ بھیج دیا۔ افسوس کہ میں اپنے احباب کے اندر اتنا احترام بھی نہ بحال کر سکا کہ ساتھ سے پیسے خرچ کر کے جواب لکھوں گا۔ برادرم! جھیل اور دریا کی تمثیل سے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ یہ خیال بھی آیا کہ شاعر کو جھیل کے پانی کا ٹھہراؤ ہی نظر آیا کیسی کوتاہ نظری ہے ہر دریا کسی نہ کسی جھیل ہی سے نکلا ہے۔ گنگا کیا ہے گنگوتری جھیل کا فیض دور تک پہونچانے کا ایک واسطہ۔ برہمپتر اور سندھ کس کو دور تک لے جاتی ہیں۔ مانسرور کے پانی ہی

کو تو آوارہ دنیا میں لگا کر برہمپتر اور سندھ کی دھوم ہے لیکن گنگوتری اور مانسرور ہمالیہ کی بلندیوں میں روپوش ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے عورت کی عظمت کا راز فاش کرتے ہوئے کہا ہے۔

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

محراب و منبر کے اینٹوں پر سب کی نگاہ پڑتی ہے لیکن بنیاد کے اندر پوشیدہ پتھروں کو کوئی نہیں دیکھتا۔ زمزم ہی کو دیکھئے آپ کہتے ہیں ٹھہرا ہوا ہے وہ کہاں نہیں پہونچتا؟ دنیا کا سب سے بڑا دریا می سی سی پی ہے لیکن ایک براعظم کے اندر محدود ہے۔ زمزم کی کوئی حد نہیں، ایشیاء، یورپ، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا تمام جنگلوں تک پہونچتا ہے۔ ہر دریا صرف نشیب کی طرف جاتا ہے لیکن زمزم نشیب و فراز سے بے پرواہ ہر مقام پر پہونچتا ہے۔ ہر دریا کسی بڑے دریا یا سمندر میں جا کر اپنا وجود گم کر دیتا ہے لیکن زمزم کبھی اپنی خودی پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ شاعر کی نگاہ دوربیں ہوتی تو وہ ٹھہراؤ کی دوررسی کو دیکھ لیتا۔ شاعر کا کیا قصور! آج ساری دنیا دریاؤں کو دیکھتی ہے، جھیلوں کو اہلِ نظر ہی دیکھتے ہیں۔

برادرم! آپ کو زمزم اور جھیل کے ذکر سے اپنی محرومیاں یاد آگئیں۔ میں اسی ذکر سے آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ دریا بن سکنے کا کیا غم؟ جھیل بن کر دریاؤں کو مالا مال کیجئے۔ کیا قلم و قرطاس ہی ایک ذریعہ ہے؟ کسی نے کہا تھا کہ۔

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
سیپارۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

ترجمہ: کنز الدقائق اور ہدایہ میں خدا نہیں مل سکتا۔ دل کا سیپارہ دیکھو کہ اس سے اچھی کوئی کتاب نہیں۔ مولانا رومؒ نے فرمایا تھا۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن
سینہ را از نور حق گلزار کن

ترجمہ: سیکڑوں کتابوں اور سیکڑوں اوراق کو آگ میں ڈالو سینہ کو حق کے نور سے روشن کرو۔

علامہ اقبالؒ نے کرم کتابی اور پروانہ کا مکالمہ نظم کیا ہے ۔

شنیدم شبے در کتب خانہ ما
پروانہ می گفت کرم کتابی
بہ اوراق سینا نشیمن گرفتم
بسے دیدہ ام نسخہ فاریابی
نہ فہمیدہ ام حکمت زندگی را
ہماں تیرہ روزم زبے آفتابی
چہ خوش گفت پروانہ نیم سوزے
کہ ایں نکتہ را در کتابے نہ یابی
تپش می کند زندہ تر زندگی را
تپش می دہد بال و پر زندگی را

ترجمہ: میں نے سنا کہ ایک رات ہمارے کتب خانہ میں کرم کتابی پروانہ سے کہہ رہا تھا کہ میں نے بوعلی سینا کے اوراق میں نشیمن بنایا فاریابی کے بہت سے نسخے چاٹ گیا لیکن زندگی کی حکمت اب تک نہیں سمجھ سکا، اب تک میرا دن بے آفتابی کی بنا پر تیرہ و تاریک ہے، ایک ادھ جلے پروانہ نے کیا عمدہ بات کہی کہ یہ نکتہ تم کسی کتاب میں نہ پاؤ گے، تپش زندگی کو زندہ تر بناتی ہے اور تپش زندگی کو بال و پر عطا کرتی ہے۔

برادرم اللہ کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو دل کی تپش سے نوازا ہے ورنہ کتنے ہیں جو بقول کسے ۔

ورنہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں
ہزاروں طوطے ہیں کلمہ کلام پڑھتے ہیں

کتاب خوانی کوئی بڑی چیز نہیں علامہ اقبال نے طالب علم کو خطاب کر کے کہا ہے ۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

کون جانے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب سے فراغ بخش کر صاحب کتاب بنا دیا ہو۔

''المرتضیٰ'' کے تعلق سے یہ عرض کروں گا کہ اس کی تہ کو پہنچنا سبھی کا کام نہیں۔ جو لوگ عام سیرتوں اور تاریخوں کے مطالعہ کے عادی ہیں انھیں حضرت مولانا علی میاں کی کتابوں میں لطف نہیں آئے گا، لوگوں نے سیرت کا مقصود سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اور واقعات و حوادث کے تجزیہ میں بڑی کم فہمی کا ثبوت دیا ہے، مہاتما گاندھی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک شخص خاص طرح کے حالات میں ایک رویہ اختیار کرتا ہے۔ بعد کو کوئی تبصرہ نگار اس کے رویہ کے مناسب و نامناسب ہونے پر تبصرہ کرتا ہے حالانکہ وہ ان حالات کی سنگینی اور نزاکت کا پورا احاطہ نہیں کر سکتا، اس طرح ناکافی معلومات کی بنا پر کیا ہوا تبصرہ بالکل ناقص ہوتا ہے، حضرت مولانا، مشاجرات صحابہ کے بال سے باریک اور تلوار سے تیز پل صراط سے جس احتیاط اور مہارت کے ساتھ پار ہوئے ہیں وہ ان کی سلامتی طبع، پختگی فکر، مطالعہ کی گہرائی اور حسن انتخاب اور سب سے زیادہ تائید ربانی پر دلالت کرتا ہے، سارے صحابہ عادل ہیں اور سارے صحابہ نجوم ہدایت ہیں، حضرت مولانا نے ''المرتضیٰ'' میں نہایت خوبی کے ساتھ تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ تمام خلفائے راشدین نے اور حضرات حسنین نے اور سارے صحابہ کرام نے حسب موقع برمحل اور درست اقدام کیے۔ جو کچھ فرق نظر آتا ہے وہ احوال و ظروف کا فرق ہے، لوگوں کو نہیں معلوم کہ ایسے مواقع بھی آتے ہیں جہاں حالات کے تقاضے کے طور پر غلط فیصلہ کرنا ہی صحیح رویہ ہوتا ہے، آنحضورﷺ نے خود فرمایا ہے کہ دو آدمی میرے سامنے مقدمہ لاتے ہیں ایک زبان آور ہوتا ہے اپنا کیس اس صفائی

سے رکھتا ہے کہ میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں لیکن وہ فیصلہ حقیقت کے مطابق نہیں ہوتا فیصلہ کرنے والا اپنی معلومات اور اپنے احساسات وتاثرات کے مطابق دیانت داری کے ساتھ ایک فیصلہ کرتا ہے اور اس لحاظ سے وہ بالکل صحیح فیصلہ کرتا ہے لیکن حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے وہ فیصلہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس سے قاضی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جن حالات میں جو کام حضرت عثمان نے کئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بعینہ انھیں حالات میں حضرات شیخین وہی کام نہیں کرتے۔ حضرت حسن نے جن حالات میں خلافت سے دست برداری اختیار کی، کیا وہی حالات وظروف حضرت حسین کے سامنے کربلا میں تھے؟ جب احوال وظروف میں فرق تھا تو رویہ میں فرق کیوں نہ ہوتا، حضرت مولانا شاید تاریخ اسلامی کے پہلے مورخ ہیں، جنھوں نے یہ نکتہ سمجھا ہے اور اسے نہایت وضاحت اور خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(۲)

دوسرے خط میں آپ نے یہ پوچھا ہے کہ قرآن پاک میں کن کن چڑیوں کا ذکر ہے۔ عرض ہے کہ قرآن میں ہابیل قابیل کے واقعہ کے ضمن میں غراب (کوا) کا ذکر ہے۔ اور حضرت سلیمان کے ذکر میں ہدہد کا ذکر ہے اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر مطلق چڑیوں کا ذکر ہے۔ شاہین کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے۔ عربی شاعری میں عقاب وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ فارسی شاعری میں شہباز وشاہین کا ذکر زیادہ ہے۔ شہباز کا استعارہ اچھے حوصلہ مند مومن کے لئے بعض صوفیاء کے یہاں نظر سے گزرا ہے مشہور ہے کہ جب مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحیٰ منیریؒ ابتداء میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے یہاں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا ''شہباز است و لے نصیب ما نیست''۔۔۔ ہے تو شہباز لیکن میرے نصیب کا نہیں ہے۔ پتہ نہیں علامہ اقبال کا خیال ادھر کیوں کر گیا، ان کی اپنی ذہنی رسائی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مغربی ادب میں کہیں سے اشارہ ملا ہو۔ جو بھی ہو اقبال نے اس کو وہ عظمت اور ندرت بخشی ہے کہ شاہین ان کا امتیاز ہو گیا ہے۔

(بشکریہ تعمیر حیات ۲۵؍دسمبر ۲۰۰۲ء)

مذاہب عالم

سکھ مت

(آخری قسط)

انیس احمد فلاحی

سکھ مت پر اسلام کے اثرات

۱۔ عقیدہ توحید وصفات باری اسلام کی طرح سکھ مت بھی ایک خدائے واحد پر یقین رکھتا ہے اور ذات باری کو ان تمام صفات سے متصف مانتا ہے جن سے اسلام اسے متصف مانتا ہے ڈاکٹر گوپال چند سنگھ، ترو گرنتھ صاحب کے ترجمہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''وہ ازلی خالق اور محیط ہے، حسد ونفرت سے دور اور علت العلل ہے، جملہ مخلوقات کا معبود، عادل، رحیم اور کریم ہے اس نے انسانوں کو ان کے گناہوں پر سزا دینے کے لئے نہیں بلکہ اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے''

اسلام نے بھی خدا کو ان جملہ صفات سے متصف قرار دیا ہے۔

۲۔ سکھ مت میں نجات کا دارومدار بندگی رب اور اس کے طریقہ کی پیروی ہے۔ قرآن کریم میں ہے ''اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم لوگ اس کے علاوہ کسی اور کی بندگی نہ کرو'' (سورۃ الاسراء ۲۳) سورۃ الذاریات میں ہے: میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے سورۃ الاعراف میں شریعت خداوندی کی پیروی کا حکم یوں دیا گیا ہے ''اپنے رب کی جانب سے نازل کی گئی شریعت کی پیروی کرو'' سورۃ الزمر میں ہے (آیت رقم ۵۵) ''اس بہتر شریعت کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے نازل کی گئی ہے'' (سورۃ الزمر: ۵۵)

۳۔ رہبانیت کی حرمت۔ سکھ مت رہبانیت کو حرام قرار دیتا ہے اور لوگوں کو حلال رزق کی تلاش پر آمادہ کرتا ہے'' مشہور حدیث ہے ''لا رہبانیۃ فی الاسلام'' ''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے'' قرآن کریم میں ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان پاکیزہ اموال میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائے ہیں اور ان غلات میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے

لے پیدا فرمایا ہے" (سورۃ البقرۃ ۲۶۷) سورۃ الجمعۃ) میں ہے "پس جب نماز ختم ہو جائے تو تم لوگ زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو شاید کہ تم فلاح پاؤ (۹)

متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو رزق کے حصول پر اکسایا ہے اور انہیں بھیک مانگنے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے منع فرمایا ہے ایک حدیث ملاحظہ ہو عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ "واللہ لأن یاخذ احدکم حبلا فیحتطب علی ظہرہ فیاکل أو یتصدق خیر لہ من أن یاتی رجلا أغناہ اللہ من فضلہ فیسألہ أعطاہ او منعہ ذلک فان الید العلیا خیر من الید السفلی" (متفق علیہ)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم تم میں سے کسی کا رسی لے کر نکلنا اور پھر اس کے ذریعہ ایندھنوں کو اپنی پشت پر لاد کر لے آنا تا کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے کھانے کا انتظام کرے اور راہ خدا میں صدقہ و خیرات کرے زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی مالدار شخص کے پاس آ کر سوال کرے پس وہ اسے دے یا انکار کردے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

۴۔ اسلام کی طرح سکھ مت بھی مرد و عورت میں تفریق کا قائل نہیں ہے اور اس کے نزدیک دونوں نجات پا سکتے ہیں، قرآن کریم میں ہے "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا فرمایا ہے اور پھر تمہیں مختلف قبیلوں اور خاندانوں میں بانٹ دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، یقیناً خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو" (سورۃ الحجرات : آیت ۱۳)

۵۔ سکھ مت کے نزدیک کوئی زبان مقدس نہیں ہے اللہ تعالیٰ جملہ زبانوں میں بندوں کی مناجات کو سنتا ہے، یہ عقیدہ بھی سکھ مت نے اسلام ہی سے لیا ہے "قرآن کریم میں ہے: "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم" (سورۃ ابراہیم ۴) ہم نے کسی بھی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں اپنا پیغام دے کر تا کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کی وضاحت کر سکے۔

۶۔ سکھ مت رسالت و نبوت کا قائل اور عقیدہ اوتار کا مخالف ہے۔

آغاز میں سکھ مت کا یہی عقیدہ تھا لیکن رفتہ رفتہ وہ اپنے گروؤں کو پوجنے لگے، اور انہیں ہی خدا سمجھ بیٹھے اور ان کی گفتگو کو مقدس اور مراقبہ میں ان کی یاد کو سب سے افضل عبادت سمجھنے لگے۔

۷۔ اسلام کی طرح سکھ مت بھی یہ تصور رکھتا ہے کہ خدا کا دین جملہ اقوام کے لئے ہے کسی گروہ کو خدا کے ہاں مخصوص مقام حاصل نہیں، اور نہ ہی مذہبی رسوم کی ادائیگی کسی طبقہ کے ساتھ مخصوص ہے" اور قرآن مجید میں ہے "اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے گزری ہوئی قوموں کو پیدا فرمایا ہے شاید کہ تمہارے اندر خدا ترسی پیدا ہو"

(سورۃ البقرۃ ۲۱)

۸۔ دونوں مذاہب میں مذہبی کتابوں کی تقدیس و احترام کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ سکھوں کی مقدس کتاب گرو گرنتھ صاحب کو وہی شخص اس کے مخصوص مقام سے نکال کر پڑھنے کے لئے لا سکتا ہے جس نے پہلے ہی پہلے غسل کیا ہو، نیز اس کی قرأت کے دوران مکمل خاموشی اور سنجیدگی بنائے رکھنا ضروری ہے۔ اور قرآن مجید کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فی صحف مکرمۃ، مرفوعۃ مطہرۃ، بایدی سفرۃ، کرام بررۃ" (سورۃ عبس)

قرآن مجید کی آیات معزز اوراق میں درج ہیں، یہ اوراق انتہائی پاکیزہ اور بلندیوں پر رکھے ہوئے ہیں، ایسے معزز کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں جو انتہائی نیک ہیں۔

۹۔ دونوں مذاہب میں حشر کا تصور پایا جاتا ہے۔

۱۰۔ دونوں مذاہب میں مرکزی عبادت گاہ کا تصور موجود ہے، سکھوں کی مرکزی عبادت ہر مندر ہے جس کی زیارت اور اس کے پاس واقع امرتسر کے تالاب میں غسل سے جملہ گناہ مٹ جاتے ہیں، یہ تصور بھی اسلام سے ماخوذ ہے، متعدد حدیثوں میں حج مقبول کا ثواب جملہ گناہوں سے انسان کا پاک ہونا بتایا گیا ہے۔

سکھ مت اور اسلام میں وجوہ اختلاف

۱۔ **مقصد زندگی** اسلام کے نزدیک مقصد زندگی رضائے الٰہی کا حصول ہے قرآن کریم میں ہے: "وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی" یعنی ایک مومن اپنے اوپر کسی کے احسان کا بدلہ چکانے کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنے بلند و برتر رب کی

رضا نے کے حصول کے لیے خرچ کرتا ہے۔ سکھ مت میں مقصد زندگی "نروان" (یعنی روحِ انسانی کا جسم سے نکل کر رب کی ذات میں جا ملنا ہے)

۲۔ سکھ مت عقیدہ حلول و اتحاد کا قائل اور اسلام اس کا سخت مخالف ہے۔

۳۔ اسلام خدا کو صرف انھیں ناموں سے موسوم کرتا ہے جو عمدہ اور بہتر ہیں جب کہ سکھ مت اسے ہندو دیوی دیوتاؤں کے ناموں سے بھی یاد کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے "وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا" "اور اللہ کے بہترین نام ہیں لہذا انھیں ناموں سے اسے پکارو" گرنتھ صاحب میں ہے: "وہی رشتو ہے اور وہی شیو، وہی برہما ہے اور وہی پربتی اور وہی لکشمی"

۴۔ سکھ مت میں حمد الٰہی موسیقی کے بغیر ممکن نہیں جب کہ اسلام میں گانا اور موسیقی حرام ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "آخری زمانے میں بڑے علاقے دھنس جائیں گے اور لوگوں کی صورتیں اور شکلیں مسخ کر دی جائیں گی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب ناچ گانے کے آلات اور گانے والیاں عام ہو جائیں گی"۔ (سنن ابن ماجہ ۲/۱۳۵۰) اس کی سند کو امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے (صحیح الجامع الصغیر ۳/۲۱۶ حدیث رقم ۳۵۵۹)

۵۔ اسلام میں ذبیحہ مشروع اور سکھ مت میں ممنوع ہے۔

۶۔ اسلام میں ختنہ کرنا مشروع اور سکھ مت میں ممنوع ہے۔

۷۔ بغل اور ناف کے بالوں کی صفائی اسلام میں مسنون ہے۔

مشہور حدیث ہے "عشر من الفطرة وذکر فیها نتف الابط وحلق العانة" "دس چیزیں سنن فطرت میں سے ہیں، پھر آپ ﷺ نے ان میں بغل کے بالوں اور ناف کے نیچے کے بالوں کی صفائی کا تذکرہ فرمایا"

سکھ مت میں جسم کے کسی بھی مقام کے بالوں کی صفائی نہ کرنا مستحب ہے۔

۸۔ کڑا، کنگھی اور کچھا کا استعمال سکھ مت میں لازمی ہے جب کہ اسلام میں اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

☆☆☆☆

تلخ و شیریں

ہاتھی کے دانت

ثناء اللہ سیالکوٹی

"ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" کا محاورہ اہل مغرب اور ان کے حواریوں پر پوری طرح صادق آتا ہے، ان کا ہر چیز میں دوہرا معیار ہے، کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں، یہ انصاف کا ترازو لے کر بڑے مہذب انداز سے ڈنڈی مارتے ہیں، یہ حقوق انسانی کی بات بھی کرتے ہیں، ان کے حقوق پر ڈاکے بھی ڈالتے ہیں، یہ ظلم کے خلاف آواز بھی اٹھاتے ہیں، خود ظلم ڈھانے سے باز نہیں آتے، یہ دہشت گردی کے خلاف محاذ بناتے ہیں، خود دہشت گردی کرنے سے رکتے نہیں، یہ جمہوریت کی بات کرتے ہیں، آمروں کی پشت پناہی بھی کرتے ہیں، یہ ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں، خود بناتے بھی جاتے ہیں، یہ غریب ممالک کی امداد بھی کرتے ہیں، اور ان کا خون بھی نچوڑتے جاتے ہیں، غریب ممالک کے ذرائع آمدنی پر قبضہ بھی کرتے ہیں پھر ترسنے کے لئے چھوڑ دیتے بھی جاتے ہیں، یہ حملہ کر کے اپنے مخالفوں کی بلڈنگیں تباہ بھی کرتے ہیں پھر تعمیر کرنے کے ٹھیکے بھی لیتے ہیں، یہ جانوروں پرندوں پر رحم کرتے ہیں، مخالفوں کے بچوں کو دوائیوں تک سے محروم بھی رکھتے ہیں۔

آج ان کے پاس طاقت ہے، تمام دنیا کے ذرائع آمدنی پر ان کا قبضہ ہے، میڈیا پر ان کی اجارہ داری ہے، سیاہ کو سفید، سفید کو سیاہ بنانا ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے، یہ سچ کو جھوٹ، جھوٹ کو سچ بنانے میں بڑا کمال رکھتے ہیں، کسی کو جب چاہیں ہیرو بنا دیتے ہیں، کیونکہ ان کا مفاد اس میں ہوتا ہے، جب چاہیں اسے زیرو بنا دیتے ہیں، کیونکہ اس کی اب انہیں ضرورت نہیں رہی، یہ اپنے عوام کو ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں، دوسروں کی بنیادی ضروریات کو پورا نہیں ہونے دیتے، دوسرے ممالک میں لڑائی بند کرانے کی کوشش بھی کراتے ہیں، ایک فریق کو اسلحہ بھی سپلائی کرتے جاتے ہیں، ایک فریق کو امن کی تلقین کرتے ہیں، دوسرے کو بندوق پکڑاتے ہیں، اپنی چیزوں کی قیمتیں خود مقرر کرتے ہیں اور بڑھاتے ہیں۔ دوسروں کی چیزوں کی قیمتیں انہیں مقرر بھی نہیں کرنے دیتے، انہیں بڑھانے بھی نہیں دیتے، نعرہ آزادی کا لگاتے ہیں

دوسروں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں، پیداوار دوسرے ممالک کی ہوتی ہے، قبضہ ان پر بھی جماتے ہیں، ایک کو انصاف کی تلقین کرتے ہیں، دوسرے کو ظلم کرنے کی اجازت بھی دیتے ہیں، مسلمان مارے جائیں تو دہشت گرد مارے گئے، دوسرے مارے جائیں تو آزادی کے متوالے مارے گئے، مسلمان اگر اقوام متحدہ کی مخالفت کرے، اس پر بمباری کرتے ہیں، دوسرے اگر مخالفت کریں تو اس کی پشت پناہی کرتے ہیں، مسلمان سادہ دل ہیں، یہ ان کے بچھائے ہوئے جال میں جلدی پھنس جاتے ہیں، جو انہیں طمع و لالچ دلائے، جو ان کی حمایت کرے، اسے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھنے لگتے ہیں، دو بڑی طاقتیں ان کی مخالفت کرتی ہیں، دو حمایت کرتی ہیں، تو طے شدہ پلان کے تحت کرتے ہیں، تاکہ یہ بیٹھ نہ جائیں، جب وہ حملہ آور ہوتی ہیں، خاموش تماشائی بن جاتے ہیں، جب ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیتے ہیں، پھر بندر بانٹ کے لئے بھاگ دوڑ شروع ہو جاتی ہے، کوئی قرضے دیتا ہے، کوئی تعمیرات شروع کر دیتا ہے، ان کی مثال اس شکاری کی طرح ہے جس پر شیر حملہ کرتا ہے، باقی جانور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، جب وہ شکار کر لیتا ہے، اچھا گوشت وہ کھا لیتا ہے، بقیہ دوسروں کے لئے چھوڑ دیتا ہے، بعینہ لڑائی کے بعد بڑے بڑے ٹھیکے خود لیتے ہیں چھوٹے موٹے دوسروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، ان کا دوہرا معیار، کب تک آخر تاریکی کے بادل چھٹتے ہیں، صبح تو ضرور طلوع ہوگی، ظلم کب تک اللہ برداشت کرے گا، ظالم کو وہ معاف نہیں کرتا صرف ڈھیل دیتا ہے، اللہ نے قوموں کے حالات کا تذکرہ کرکے آگاہی کی ہے کہ ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں، انہیں بھی یہی گھمنڈ تھا، ہماری طاقت زیادہ ہے، پھلوں کے باغات ہمارے ہیں، سونے چاندی کے خزانے ہمارے پاس ہیں، اب صرف کھنڈرات نظر آتے ہیں۔

مغرب کا معیار تو دوہرا ہے، مسلمانوں کا اکہرا بھی نہیں، نہ ان کے اصول ہیں، نہ ضابطے ہیں، نہ یہ اپنوں کے ہمدرد ہیں نہ دوسروں کے، نہ اتفاق ہے نہ اتحاد، نہ علم ہے نہ عقل، ضمیر ہیں مردہ ہو چکے ہیں، حکمران ہیں وہ اپنوں پر ظلم کر رہے ہیں، خزانے لوٹ کر ان پر عیاشیاں کر رہے ہیں، عوام تنگ ہے، خودکشی کر رہے ہیں، غریبوں پر ظلم ہو رہا ہے، کوئی پرسان حال نہیں، ان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ان کے اعمال کا نتیجہ ہے۔

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے (بشکریہ صراط مستقیم)

فقہ وفتاویٰ

ابوالقمر فلاحی

سوال: کیا قربانی کے ساتھ عقیقہ کا اشتراک جائز ہے۔

الجواب وباللہ التوفیق: ایک ہی جانور میں بعض ناموں کی قربانی اور بعض کا عقیقہ کرنا جائز و درست ہے، کیونکہ قربانی اور عقیقہ دونوں عبادات ہیں اور دونوں کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے، دونوں عبادتوں میں اختلاف جواز سے مانع نہیں جیسے نفل اور فرض نمازیں دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، لیکن مقصود و غایت میں اتفاق کی بناء پر مفترض (فرض پڑھنے والے) کے پیچھے متنفل کی نماز جمہور کے نزدیک درست ہے۔ اسی طرح عقیقہ و قربانی کا اشتراک بھی جائز ہے۔

غور کیجئے جب حنابلہ کے نزدیک اگر قربانی میں بعض لوگوں کی نیت عبادت و قربت کی نہ بھی ہو تو بھی اشتراک درست ہے تو عقیقہ و قربانی کا اشتراک کیوں ناجائز ہوگا۔ "ابن قدامہ لکھتے ہیں" ویجوز أن یشترک السبعة فی البدنة والبقرة سواء کان واجبا أو تطوعا وسواء اراد جمیعهم القربة أو بعضهم وأراد الباقون اللحم ". (المغنی ۳/۵۷۹)

گائے اور اونٹ میں سات افراد کی شرکت جائز ہے خواہ قربانی واجب ہو یا نفل اور خواہ سب کی نیت عبادت کی ہو یا بعض کی عبادت اور بعض کی صرف گوشت کھانے کی"

سوال ۲: کیا قربانی کے بجائے اس کی رقم صدقہ کرنا درست ہے؟

جواب۔ بعض فقہاء نے قربانی کے بجائے اس کی قیمت کے صدقہ کو بہتر اور افضل قرار دیا ہے لیکن یہ رائے درست نہیں۔ ایام قربانی میں سب سے افضل عمل جانوروں کو بارگاہ ایزدی میں قربان کرنا ہے، آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کا اسی پر عمل رہا ہے اور اگر قربانی کے بجائے اس کی قیمت کا صدقہ افضل ہوتا تو صحابہ کرام قربانی نہ کرتے۔ نیز صدقہ سے ایک عظیم سنت کا ترک لازم آئے گا جس کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگا ئیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایام قربانی میں قربانی سے زیادہ افضل کوئی عمل نہیں، اور قربانی کا جانور اپنی سینگوں کھروں اور بالوں سمیت خدا کی بارگاہ میں لایا جائے گا اور قربانی کے جانور کے ایک قطرہ خون زمین پر گرنے سے پہلے وہ بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ لہذا قربانی کے عظیم ثواب کے ذریعہ اپنے دلوں کو خوش کرو"۔ (ابن ماجہ)

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

جامعہ کے لیل ونہار

(ادارہ)

ضمنی امتحان اور داخلے کی تکمیل

الحمد للہ ضمنی امتحان اور داخلے کی جملہ کارروائیاں بحسن وخوبی انجام پاگئیں۔ دفتر تعلیمات سے موصول شدہ خبر کے مطابق امسال شعبہ اعلیٰ طلبہ میں ۳۰۱، شعبہ ابتدائی وثانوی میں ۲۳۰، شعبہ حفظ میں ۲۱ طلبہ نے داخلہ لیا ہے۔ کلیۃ البنات نسواں میں ۱۷۸، نئے داخلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان نوواردان چمن کو گلشن فلاح سے زیادہ سے زیادہ فیض اٹھانے کی توفیق بخشے اور علم کی راہ میں حائل ان کی جملہ مشکلات کا ازالہ فرمائے۔ آمین

مجلس شوریٰ کی انتخابی نشست مجلس شوریٰ کا انتخابی اجلاس ۲۷ تا ۲۹ رنومبر جامعہ میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں نئی میقات کے لئے جملہ ذمہ داران جامعہ کا انتخاب عمل میں آیا، اور بالاتفاق درج ذیل عہدیداران منتخب کئے گئے۔

شیخ الجامعہ	جناب مولانا جلال الدین اظہر صاحب عمری
ناظم جامعہ	جناب مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی
نائب ناظم	جناب ماسٹر محمد احمد صاحب اعظمی
معتمد مال	جناب ڈاکٹر محمد داؤد صاحب اعظمی
مہتمم تعلیم وتربیت	جناب مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی

شوریٰ کے ارکان میں تین نئے چہرے سامنے آئے، جناب افضال احمد صاحب فلاحی اعظمی، ڈاکٹر سلمان سلطان صاحب لیکچرار شبلی ڈگری کالج، اور جناب سعادت اللہ حسینی صاحب سابق صدر ایس آئی او۔

اللہ تعالیٰ ان جملہ ذمہ داروں کو اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق بخشے اور

ان کی صلاحیتوں سے جامعہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔

اظہار تعزیت یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں بے حد تکلیف ہو رہی ہے کہ جناب مولانا اسماعیل صاحب فلاحی کے چچا اور ممتاز عالم دین جامعۃ الفلاح کے سابق استاذ جناب مولانا شہباز اصلاحی صاحب کا ۸ر نومبر ۲۰۰۲ء کی شب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ایک طویل بیماری کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم ایک ممتاز عالم دین اور بلند پایہ مقرر تھے۔ وہ تاحیات علم دین کی نشر واشاعت میں لگے رہے، مرحوم نے ایک طویل عرصے تک جامعہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے ہیں، بعد میں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے بحیثیت استاذ اور مربی وابستہ ہوگئے، آپ جماعت اسلامی کے رکن اور ایک بے لوث خادم تھے، آپ کی عمر ستر سال تھی، آپ اعلیٰ اخلاقی قدروں کے حامل تھے اور اپنے رفقاء و عزیز شاگردوں میں انتہائی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

ایسے ہی یہ خبر بھی تمام فلاحیوں کے لیے باعث رنج و غم ہوگی کہ جناب مسعود احمد صاحب فلاحی (فضیلت ۹۹ء) کی والدہ محترمہ ۸ر نومبر ۲۰۰۲ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ موصوفہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور انتہائی دیندار خاتون تھیں۔ یہ خبر بھی متعلقین جامعہ کے لئے باعث افسوس ہے کہ پھولپوری کے ہر دلعزیز سماجی رکن جناب سیٹھ حاجی مقبول احمد اعظمی دسمبر کے اواخر میں حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ موصوف کافی دیندار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ جامعہ سے آپ کو گہری عقیدت اور والہانہ لگاؤ تھا۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ مرحومین کی مغفرت فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے جملہ وابستگان کو صبر کی توفیق مرحمت فرمائے۔

تعطیلات تعلیمی سال شوال ۱۴۲۳ھ شعبان ۱۴۲۴ھ دسمبر ۲۰۰۲ء - نومبر ۲۰۰۳ء

دفتر اہتمام سے موصول شدہ خبر کے مطابق رواں تعلیمی سال کی تعطیلات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **تعطیل عید الاضحی:** ۹ ذی الحجہ تا ۱۳ ذی الحجہ مطابق ۱۱ر فروری بروز سہ شنبہ تا ۱۵ فروری بروز شنبہ

(۲) **تعطیل گرما** ۲۴ر مئی شنبہ تا ۱۹ر جون جمعرات

(۳) **تعطیل کلاں** ۲۶ر شعبان تا ۵ر شوال مطابق ۲۲ر اکتوبر بروز بدھ تا ۲۹ر نومبر بروز شنبہ

☆☆☆

روداد انجمن

محمد افضال حسین فلاحی

قطر یونٹ ۲۰ر ستمبر ۲۰۰۲ء کو "مرکز رفقائے ہند" میں انجمن طلبہ قدیم قطر یونٹ کی ایک نشست منعقد ہوئی، برادرم فیاض احمد فلاحی کی تلاوت قرآن پاک سے نشست کا آغاز ہوا۔

جامعۃ الفلاح اور حیات نو کے مسائل زیر بحث آئے اور حیات نو کے لئے فنڈ فراہمی میں جو تساہلی ہو رہی ہے اس کو دور کرنے کا عزم [illegible] پانچ ہزار روپئے بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ قطر یونٹ اور انجمن طلبہ قدیم کے درمیان [illegible] فلاحیوں نے شکوہ کیا۔

اس سے پہلے ایک نشست میں قطر یونٹ نے گجرات فسادات میں متاثرین کی مدد کے لئے ایک خطیر رقم فراہم کی تھی اور [illegible] افراد کے حوالے کر دیا گیا تھا، اور جناب مظہر الحق فلاحی صاحب کی والدہ محترمہ کے انتقال پر محترم [illegible] اقبال فلاحی نے تعزیتی کلمات پیش کیے اور آخر میں ماہانہ نشستوں میں غیر حاضر رہنے والے رفقاء کے تعلق سے یہ طے پایا کہ ان سے مل کر ان کی غیر حاضری کے اسباب دریافت کیے جائیں اور [illegible] سے ان کی حاضری یقینی بنانے کی کوشش کی جائے۔

مرکزی یونٹ انجمن طالبات قدیم ۲۴/۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء [illegible] کی جدید عمارت میں فارغ ہونے والی طالبات کے اعزاز میں انجمن طالبات قدیم کی جانب سے استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ جناب رحمت اللہ اثری صاحب نے انہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں قیمتی مشوروں سے سرفراز کیا اور انجمن کی شمولیت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انجمن کے اصول وضوابط اور اغراض ومقاصد سے روشناس کرایا۔ اور اس کے بعد صدر انجمن طالبات قدیم

محترمہ ساجدہ ابواللیث صاحب فلاحی نے انجمن کی سرگرمیوں سے واقف کرایا۔ انہوں نے ایک آیت کریمہ پیش کی جس میں صبر کی روش اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے کہ صبر ہی تحریک کی جان ہے آخر میں انہوں نے دعاؤں کے ساتھ اپنی بات اور اس تقریب کا اختتام کیا۔

(شبانہ خورشید)

فلاحی برادران متوجہ ہوں

الحمد للہ جامعہ کی شوریٰ کی کوششوں سے انجمن اور تنظیم کے درمیان کافی پہلے باہم مل کر کام کرنے کے فیصلے پر اتفاق ہو چکا ہے اور اس سلسلے کی کاروائیاں آخری مرحلے میں پہونچ چکی ہیں، دونوں تنظیموں کے نمائندوں نے جس مجوزہ دستور پر اتفاق کیا ہے اس کے تعلق سے عام ارکان کی منظوری کے لئے اسے جملہ فلاحی برادران کی خدمت میں روانہ کیا جا چکا ہے۔ اگر کسی فلاحی تک یہ مجوزہ دستور نہ پہنچا ہو تو وہ دفتر انجمن طلبہ قدیم کو اس کی اطلاع دے تاکہ یہ مجوزہ دستور اس کی خدمت میں دوبارہ بھیجا جا سکے۔

(سکریٹری انجمن طلبہ قدیم)

انیس احمد مدنی

☆☆☆☆☆☆☆